ارمغانِ سخن
مجموعۂ کلام
کوثر شاہجہانپوری

کوثرؔ شاہجہانپوری

متاعِ فکر و نظر کی جِلا کا اے کوثرؔ
نگاہ والوں کو ہم آئنہ دکھا کے چلے

مجموعۂ کلام

پروفیسر محمد ظہیر الدین کوثر شاہجہانپوری

پرنسپل، لارسن کامرس کالج، کراچی

سابق صدر شعبۂ اردو، ایسوسی ایٹ پروفیسر (ریٹائرڈ)،

عائشہ باوانی گورنمنٹ کامرس کالج، کراچی

ناشر .... مکتبہ کوثر

اشاعت اوّل........................... دسمبر ۲۰۰۲ء

تعداد........................... پانچ سو

کمپوزنگ........................... محمد ضمیرالدین کوثر

مطبوعہ قیمت........................... ۱۵۰ روپے

☆ مکتبہ کوثر ☆

maktabaekausar@yahoo.com

انتساب

مرحوم والد بزرگوار الحاج قاری محمد بشیرالدین پنڈتؒ

ایم اے (علیگ) نیشنل ایوارڈ یافتہ (مہامہا اپادھیائے وشمس العلماء)

کے نام، جنھوں نے مجھ کو علم کے زیور سے آراستہ کیا۔

ترتیب

فہرست

نمبر شمار | | صفحہ نمبر

غزلیات

حصہ دوم

قطعۂ تاریخ طباعت

از نتیجہ فکر

مظہر الدین مظہرؔ، ایم ۔ اے

عائشہ باوانی گورنمنٹ کالج، کراچی

'ہے فضیلت فزا' 'ارمغانِ سُخن'
سنہ ۱۴۲۳ھ سنہ ۲۰۰۲ء

فکر علم الیقیں' معتبر ہے جناب
زیبِ لب یہ طباعت کی تاریخ ہے
'ہے سخن دلربا' خوشنما لاجواب'
سنہ ۲۰۰۲ء

تعارف

از: الحاج سیّد عبد المجید محمد اقبال قادری بدایونی (بی۔اے آنرز)، ایم اے

عزیزم کوثؔر شاہجہانپوری کا ایک ایسے علمی وادبی اور دینی خانوادے سے تعلق ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔کوثؔر کا اصرار تھا کہ میں ان کے دوسرے شعری مجموعۂ 'ارمغان سخن' کے لئے تعارف تحریر کروں۔ دراصل کوثر صاحب اوران کے خاندان کا تعلق قادری نسبت سے ہے جو قابلِ ستائش ہے۔چونکہ میں بذات خود کوثؔر کے والد محترم الحاج قاری محمد بشیر الدین پنڈت مرحوم اوران کے والد ماجد محترم مولوی خیر الدین سے بخوبی واقف ہوں لہٰذا عزیزم کوثؔر کے تعارف سے قبل ضروری ہے کہ میں سب سے پہلے ان کے دادا اور والد کا تعارف کرادوں جن کے آغوش تربیت میں کوثؔر پروان چڑھے اورعلم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

عزیزم کوثؔر کے دادا مولوی خیرالدین کی روایت کے بموجب آپ کے پردادا الحاج محی الدین عرف حاجی میاں اور دادا کلیم الدین کے مزارات موضع مالوں' تھانہ رفیع آباد کلاں تحصیل جلال آباد' شاہجہانپور میں ہیں۔حاجی میاں نے اعلیٰ حضرت مولانا فضل رسولؒ قادری بدایونی کے ساتھ چار بار پیدل حج کئے۔شاہ فضل رسولؒ کا زمانہ (۱۷۸۵۔۱۸۷۲) ہے۔آپ مولانا فیض احمد فیض بدایونی کے ماموں تھے جو اپنے وقت کے بڑے عالم وفاضل تھے آپ کو ردِّ وہابیت میں خصوصی شہرت حاصل ہے اس سلسلہ میں 'سیف الجبار' اور 'بوارق محمدیہ' خاص طور سے مشہور ہیں۔چونکہ حاجی میاں نے حضرت شاہ فضل رسول کے ساتھ ایک طویل عرصہ گذارا لہٰذا حاجی میاں کے بعد ان کے بیٹے کلیم الدین حضرت عبدالقادرؒ (المتوفی ۱۹۰۹) کے خلیفہ ہوئے اور کلیم الدین کے بیٹے مولوی خیر الدین حضرت مولانا عبدالمقتدرؒ (المتوفی ۱۹۱۹) اور مولانا عبدالقدیرؒ (المتوفی ۱۹۶۰) مفتیِ اعظم حیدر آباد دکن کے خلیفۂ مجاز بیعت ورشد تھے۔مولوی خیر الدین نہایت متدین' پابند صوم وصلوٰۃ' عالم بہ عمل تھے۔نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ اشراق' چاشت' اوابین اور تہجد وغیرہ نوافل کی ادائیگی معمول میں داخل تھیں۔ آپ نے ۱۸۸۵ء میں مڈل ورناکلر کا امتحان فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا تھا۔۳۳ سال محکمۂ تعلیم میں ایک معزز استادرہ کر رٹائر ہوئے۔ رٹائر ہونے کے بعد شاہجہانپور میں آکر انگریزی مڈل اسکول میں ۵ سال تک A.M. رہے۔

اسی طرح کوثرؔ کی دادی، سیّد سلطان میاںؒ خلیفہ اکبر سید چراغ علی شاہؒ کی نواسی تھی۔ سیّد سلطان میاں کا مزار سینتھل ضلع پیلی بھیت میں ہے۔ مرحومہ کے دو فرزند تھے ان میں سے ایک بشیرالدین اور دوسرے نصیرالدین پہلوان شاہ قادری تھے۔ بشیرالدین ۸ سال کی عمر سے ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ آستانہ عالیہ پر حاضری دیا کرتے تھے لہٰذا ۱۵ سال کی عمر میں اپنے بیٹے کو اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ مولانا عبدالقدیرؒ کے دامن سے وابستہ کردیا۔ جولائی ۱۹۲۰ء تا جولائی ۱۹۲۳ء تک E.I.M ہائی اسکول بریلی میں آٹھویں تک تعلیم حاصل کی اور اختیاری مضمون پیرومرشد کے حکم کے مطابق سنسکرت رکھا اس وقت وہاں کے ہیڈ ماسٹر صولت حسین خاں تھے۔ آپ نے ۱۹۲۰ء میں ورنا کلر مڈل فائنل کے امتحان میں صوبہ یو۔ پی میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ ضلع بدایوں کی یہ پہلی مثال تھی کہ بشیرالدین نے پورے صوبہ یوپی میں بدایوں کا نام روشن کیا۔ آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد بدایوں کے گورنمنٹ ہائی اسکول سے ۱۹۲۵ء میں انٹرنس پاس کیا اس وقت جناب اکرام عالم ایڈوکیٹ کے برادرخورد اقتدار عالم صاحب گورنمنٹ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔

بدایوں میں رہ کر بشیرالدین نے حضرت قبلہ عبدالقدیرؒ سے باقاعدہ عربی کی تعلیم پائی اس وقت حضرت قبلہ حیدرآباد دکن کے مفتئ اعظم بھی تھے اور ہندوستان کی ایک عظیم شخصیت بھی۔ جب بشیرالدین نے ۱۹۲۵ء میں ہائی اسکول سے فارغ ہونے کے بعد علیگڑھ میں داخلہ لے لیا تو وہ ہر سال جولائی، اگست اور ستمبر کی تعطیلات حضرت قبلہ کی خدمت میں رہ کر عربی پڑھتے اور پیرومرشد درس دینے کے لئے سفر وحضر میں ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے لہٰذا اسی زمانہ میں لکھنؤ میں ایک عظیم الشان خلافت کا اجتماع زیرِ صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محل منعقد ہوا جس کے روحِ رواں حضرت مولانا عبدالقدیرؒ تھے۔ اس اجتماع میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حسرت موہانی، مولانا آزاد سبحانی وغیرہم نے بھی شرکت کی۔ بشیرالدین نے بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ ۲ ماہ فرنگی محل لکھنؤ میں قیام کیا بعد ازیں حضرت قبلہ نے بشیرالدین کو واپس بدایوں بھیج دیا اور اپنے برادر نسبتی سیّد آل علی کو ہدایت کی کہ وہ ان کا علیگڑھ یونیورسٹی میں داخلہ کرادیں اس طرح ستمبر ۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۷ء یونیورسٹی کے کرشنا ہوسٹل میں جس کے انچارج پروفیسر ابرار حسین القادری بدایونی تھے وہاں قیام پذیر رہے اس کے بعد ۱۹۲۷ء تا ۱۹۲۹ء یونیورسٹی علیگڑھ میں کچی بارک ہوسٹل میں رہ کر بی۔ اے کی سند حاصل کی یہیں سے سنسکرت کے ایم۔ اے پریویس کی خواندگی کے بعد بی۔ ٹی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۱ء میں علیگڑھ سے اردو

ایم۔اے کیا اس کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے تاریخ کا امتحان دیا۔ چونکہ پنڈت جی کو عرصہ سے ایک نہایت عظیم الشان قومی وطنی کام پیش نظر تھا جس کی وجہ سے دوسرے کاموں کے لئے وقت میں گنجائش نہ تھی اس لئے تاریخ کا ایم۔اے نامکمل رہ گیا لیکن اس کا انھیں کوئی افسوس نہ تھا۔

جب علیگڑھ یونیورسٹی کی ۵۰ سالہ تقریب کا انعقاد ہوا تو آپ کو قائداعظم، مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر اقبال جیسی شخصیتوں سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ پنڈت بشیرالدین نے دوران طالبعلمی کے دو ناقابلِ فراموش واقعات بتائے۔ فرماتے تھے کہ "۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جب میں کچی بارک میں اپنے ایک دوست سعد بن عبود باراس جو حضرالموت کا باشندہ تھا کمرہ نمبر۴ میں ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بی۔اے کے طالبعلم تھے۔ اچانک مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی دونوں گھومتے ہوئے کمرہ نمبر۴ کی طرف آنکلے اور میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا 'تم غاصب ہو' اور بڑی دیر تک ہم دونوں طالبعلموں کی تعریف کرتے رہے اس وقت پتہ چلا کہ موصوف نے بھی اسی کمرہ نمبر۴ میں تعلیم حاصل کی تھی۔

اسی طرح ایک بار ڈاکٹر اقبال مدراس سے واپس علیگڑھ اسٹوڈنٹس یونین ہال پہنچے تو اس وقت میں اسلامک ہسٹری سے متعلقہ چند سوالات ملحدانہ انداز کے لے کر انکے پاس پہنچا۔ ڈاکٹر اقبال جو ایک اسلامی ذہن رکھتے تھے انھوں نے بڑے پیار سے میری اصلاح کی اور اس طرح تاریخ کا ازالہ ممکن ہوا۔ فرماتے تھے کہ میں اس عظیم مفکر کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔

غرض یہ کہ جناب کوثر شاہجہانپوری کے والد ماجد الحاج قاری محمد بشیرالدین پنڈت کو درجہ ششم سے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کرنے اور تقابلی مطالعہ ادیان کا قابلِ قدر جذبہ پیدا کرنے میں ان کے مرشدی و مولائی سیّدنا عاشق رسول حضرت شاہ عبدالقدیر بدایونیؒ (سابق مفتیٔ اعظم حیدرآباد دکن) نیز قاضی صولت حسن خاںؒ، قاضی قاسم حسینؒ، مولانا یعقوب بخش راغبؒ اور پروفیسر ضیاء احمد وغیرہم کو بڑا دخل ہے۔ درجہ ششم سے ایم۔اے تک سنسکرت زبان میں مہارت اور عربی و فارسی اِنھیں بزرگوں کی حوصلہ افزائی سے حاصل کی۔ محترم پنڈت رام سروپ شاستری، محترم پنڈت حبیب الرحمٰن (نومسلم) وغیرہ سنسکرت کے اساتذۂ کرام تھے اسی طرح ہندی، انگریزی زبان کے متعدد قابلِ قدر اساتذہ تھے انھیں بزرگان کرام کی یہ دین ہے کہ بشیرالدین نے 'پنڈت' کا لقب پایا۔ تعلیم وتعلم کے شعبہ میں داخل ہو کر ۱۲ سال مسلسل تحقیق اور وسیع مطالعہ کے بعد 'تاریخ ہندی قرون وسطیٰ' ۲ ہزار

صفحات پر مشتمل ۳ جلدوں میں نایاب کتاب تصنیف کی اس عہد کے تمام نامور مشہور و معروف مورخین (ہندو بیرونِ ہند) آپ کو ریسرچ اسکالر مانتے ہیں۔ جن ہستیوں نے آپ کی اس نایاب کتاب پر اپنی آراء دیں وہ نام یہ ہیں۔

(1) پروفیسر محمد حبیب، صدر شعبۂ تاریخ و سیاسیات، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ
(2) مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ) حبیب گنج، علیگڑھ
(3) پروفیسر ہارڈی، اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز، لندن یونیورسٹی
(4) ڈاکٹر ریاض الاسلام، پروفیسر شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
(5) پنڈت سندر لال، سیکریٹری کلچر سوسائٹی، الہ آباد
(6) خواجہ غلام السیدین، ایم۔ای۔ڈی مشیر تعلیم گورنمنٹ آف بمبئی
(7) پروفیسر آل احمد سرور، لکھنؤ یونیورسٹی
(8) پروفیسر ضیاء احمد، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ
(9) سید محمود الحسن بعلو والہ، خانپور، ریاست بھاولپور
(10) علامہ سید سلیمان ندوی، دائرۃ المعارف اعظم گڑھ
(11) خان بہادر سید آل علی نقوی ایم۔اے، رٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیمات، صوبہ یوپی
(12) ڈاکٹر سید محمود، وزیر ترقیات، صوبہ بہار
(13) ڈاکٹر تاراچند، سفیر طہران، ایران
(14) پروفیسر شیخ عبدالرشید، شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ
(15) ڈاکٹر قانون گو، صدر شعبۂ تاریخ، لکھنؤ یونیورسٹی
(16) پروفیسر ہارون خاں شروانی شعبۂ تاریخ، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن
(17) پروفیسر سید مقصود علی، صدر شعبۂ تاریخ، گاندھی فیض عام کالج، شاہجہانپور
(18) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، الہ آباد
(19) سید بشیر ہاشمی، ایم۔ڈی۔ای، پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور
(20) محمود الرحمٰن قدوائی، پرنسپل گاندھی فیض عام کالج، شاہجہانپور
(21) عبدالشکور صاحب، پرنسپل رضا ڈگری کالج، رامپور

(22) قاضی محمد عبدالغفار، صدر انجمن ترقی اردو ہند، علیگڑھ

(23) ڈاکٹر پرماتما سرن، صدر شعبۂ تاریخ، دہلی یونیورسٹی

(24) مولانا حامد الانصاری غازی، بجنور

(25) راجہ محمد خلیل خاں صاحب خلیل، تعلقدار سعادت نگر، ضلع سیتاپور

(26) نہال الدین صاحب، ایڈوکیٹ بدایوں، ایم اے، ایل

(27) پروفیسر سید عبدالرب صوفی ایم۔اے بارہ بنکی

(28) مدیران رسل ورسائل

(29) معارف اعظم گڑھ (ہندی قرون سطیٰ کی طباعت واشاعت کی روئداد دسمبر ۱۹۶۵ء میں دیکھئے)

(30) رسالہ مصنف، علیگڑھ

(31) البرھان، دہلی

(32) الفرقان، لکھنؤ

(33) عروج، بدایوں

(34) ادب لطیف، لاہور

(35) چراغ راہ، کراچی

(36) رسالہ ہمایوں، لاہور

(37) صدق جدید، لکھنؤ

(38) مدینہ بجنور

مذکورہ تمام مشہور ومعروف مورخین کا متفقہ تبصرہ ہے کہ:

(۱) ہندی قرون وسطیٰ پر اس سے بہتر اب تک کوئی تاریخ ترتیب نہیں دی جاسکی یہ بلاشبہ اپنے مضمون پر قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے۔

(۲) اس عہد پر اب تک جو تاریخیں لکھی گئی ہیں وہ بالعموم یکطرفہ قومیت کے تنگ دائرہ میں محدود اور مجرمانہ حد تک فرقہ وارانہ ومتعصّبانہ رہی ہیں۔لیکن یہ تمام عیوب سے پاک ہے۔

(۳) یہ تاریخ اس اعتبار سے بھی اپنی جگہ منفرد ہے کہ اس میں واقعات کے منطقی نتائج پر مسلسل بحث کرتے ہوئے اصلی خدوخال کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور انھیں قدیم کتب کے حوالہ جات سے موثر بنایا گیا ہے۔ تاریخ کی ترتیب وتدوین میں مصنف کو اس امر میں بھی اولیت کا شرف حاصل ہے کی انھوں نے عربی وفارسی، سنسکرت ماخذات کی روشنی میں ہندوؤں کے ذہنی رجحانات نیز آئین ورسوم کو اسلامی تصورات وتہذیب کو پہلو بہ پہلو رکھ کر نہایت جامعیت کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ اس مہتمم بالشان کارنامہ کے لئے ان کی جتنی بھی ستائش کی جائے کم ہے۔

(۴) یہ پہلی تاریخ ہے جو خالص قومی وملّی نقطۂ نظر سے لکھی گئی اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ ازمنہ وسطیٰ کے ہر دور کے مذہبی ومعاشرتی نیز علمی واخلاقی حالات بھی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی افادیت اس امر کی متقاضی ہے کہ کتاب کو ہندی اور انگریزی میں بھی جلد از جلد شائع کیا جائے۔

پنڈت بشیر الدین گونا گوں صفات کے مالک تھے آپ بہ یک وقت ایک عالم، ایک معلم، ایک قاری، ایک مورخ، ایک ماہر تیراک، ایک ماہر فن بنّوٹ صاحب اجازت پانچ پاؤلہ بھی تھے۔ اس کا پتہ اسوقت چلا جب مرزا اشرف علی بیگ صاحب ایڈیٹر سلطان، سلیمانیہ بنّوٹ کلب فتح گڑھ یو۔ پی کی طرف سے مرتب ہوئی کتاب 'اللہ کا سپاہی' کا سلسلہ نمبرا نظر سے گذرا (نمبرا)۔ اللہ کا سپاہی کے عنوان سے جناب مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مقالہ نمبر ۲ جلد نمبر ۴۹ ماہ جون ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "قرآن پاک میں سینکڑوں آئتیں ہیں جو بتاتی ہیں کی نفس اور مال کا مجاہدہ کامیابی کی پہلی شرط ہے جس قوم نے اس شرط کو پورا کیا وہی کامیابی کے میدان میں سب سے آگے نکلی" ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ "زندگی قوت کا نام ہے' جو قوت سے محروم ہے وہ زندگی سے محروم ہے" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **اعدوھم فاالستطعتم من قوۃ** یعنی دشمنوں کے مقابلے کے لئے جو قوت تم سے ہو سکے وہ تیار رکھو۔

فٹ نوٹ نمبرا: بحوالہ اللہ کا سپاہی صفحہ ۱۰، صفحہ ۱۴، مرتبہ مرزا اشرف علی بیگ، فتح گڑھ، یوپی۔

پنڈت جی کے پیرومرشد جن کا تعلق عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم دستگیرؒ سے ہے اور یہ شرف اسی خاندان کو حاصل ہے کہ ہر سال بدایوں سے بغداد شریف زیارت کو جاتے ہیں۔ اس خاندان سے قدیمی تعلق ہونے اور بزرگان سلف اور پیرومرشد کی نظر کرم کے باعث جو تربیت اور علم کی منازل حاصل ہوئیں اسی کا اثر یہ ہوا کہ بھارت سرکار سے ۱۹۶۱ء کو نیشنل ایوارڈ ملا (نمبرا)۔ اور اس سے پہلے حکومت پاکستان نے متعدد بار پشاور، لاہور اور خیر پور میں آل پاکستان ہسٹاریکل کانفرنس میں شرکت کی دعوت دے کر طرح طرح سے نوازا۔ اسی علمی وادبی ودینی جذبات سے سرشار ہو کر آپ نے کم وبیش ۳۵ کتابیں تصنیف کیں۔ پنڈت جی فرماتے تھے کہ 'مجھے ایسے اساتذہ کرام سے بھی سابقہ پڑا جو انگریز محققین کی تعلیم سے متاثر ہو کر طلبہ کو گمراہ کرتے تھے۔ چونکہ میرے مضامین میں ایف۔ اے اور بی۔ اے میں اسلامک ہسٹری بھی شامل تھا۔ میں ان کے پیدا کردہ تعلیمی شبہات کو اگر مذکورہ بالا اساتذہ کرام کے سامنے پیش نہ کرتا اور ان کی ہدایت کے بموجب بالخصوص مرشدی ومولائی الحاج عاشق رسول سیدنا عبدالقدیر البدایونیؒ کے ارشادات گرامی اور توجہ دلانے سے صحیح کتب کا مطالعہ نہ کرتا تو بلاشبہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے طرح ملحد بن جاتا وہ الحاد سے توبہ کر کے مومن بعد کو ہوئے اور یہ الحمدللہ از اول تا آخر مومن بنا رہا۔ اگر میں بقول شاعر یہ کہوں کہ

گرچہ خوردیم نسبت است بزرگ ؎
ذرۂ آفتاب تابانیم

یعنی 'میں اگرچہ خورد ہوں لیکن میری نسبت بڑی ہے۔ میں ایک ایسا ذرّہ ہوں جسے آفتاب نے روشن کیا ہے'۔

ذرا غور تو فرمایئے کہ حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کے اشارے سے سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں جناب الحاج سیدنا محمد سالم میاں قادری مدظلہ العالیٰ نے ایک بار عرس کے موقع پر ۲ جنوری ۱۹۶۹ء مطابق ۱۲ شوال المکرّم ۱۳۸۸ھ کو ارشاد فرمایا:۔

"میں نے حضور غوث الاعظمؒ کے بشارت نیز ارشاد گرامی کے مطابق اپنے دو بھائیوں کا انتخاب کیا ہے کہ ان پر اسلام کی خدمت اور سلسہ کی ذمّہ داری ڈالوں۔ ان مبارک ساعتوں میں'

فٹ نوٹ نمبرا: تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "انٹیلیجنٹ اسٹوڈنٹ '(Intelligent Student)' از انبالہ، صفحات ۵۶،۵۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۶۲ء

میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اسلام پھیلے۔ سلسلۂ قادری کی برکات عام ہوں خلق مستفید ہو"

سب نے یک زبان ہو کر آمین کہا۔ حضرت سالم القادری نے سب سے پہلے پنڈت بشیر الدین کا نام پکارا۔ اسوقت جو سوز و گداز کا عالم پنڈت جی پر تھا۔ زبان قاصر ہے کہ کچھ کہوں۔ بس آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے خرقہ پہنایا' ردا اڑھائی اور فرمایا میں نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں مجاز بیعت و رشد کیا۔ (نمبرا)

بلاشبہ کوثرؔ صاحب کے والد بزرگوار ایک عظیم انسان تھے۔ مجھے آپ کے علمی وادبی اور دینی معاملات کے بارے میں جو کچھ علم تھا تحریر کر دیا۔ آپ کے صاحبزادگان میں سے سب بڑے صاحبزادے محمد استخار الدین یعقوبؔ ایم۔اے (انگلش) بجنور انٹر کالج میں استاد ہیں اور صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ہندی میں اچلؔ تخلص فرماتے ہیں اور اردو میں یعقوبؔ تخلص ہے۔ چھوٹے صاحبزادے الحاج معزالدین قادری ایم۔اے (اردو) فضل الرحمٰن انٹر کالج، چندوسی میں اردو کے پروفیسر ہیں اور خلیفہ مجاز بیعت و رشد ہیں۔

کوثرؔ عائشہ باوانی گورنمنٹ کالج، کراچی میں ۳۰ سال درس و تدریس سے وابستہ رہے اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گذار رہے ہیں۔ رٹائر ہونے کے بعد ان کے پیش نظر کئی علمی وادبی کام ہیں۔ اس سے قبل 'گلدستہ کوثرؔ'، 'عکس کوثرؔ' اور 'سرمایۂ حیات' کتب شائع ہو چکی ہیں۔ عکسِ کوثرؔ آپ کا پہلا مجموعہ ہے اب اَرمُغانِ سُخن غزلیات کا دوسرا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا نام تاریخی ہے کیونکہ اس سے سن طباعت ۲۰۰۲ء نکلتی ہے۔ لہٰذا اس کی اپنی ایک افادیت ہے۔ اس کے بعد آپ کا مجموعہ نعت بھی طباعت کے مراحل میں ہے اسی طرح اسلام اور گہوارۂ مسعودی کی کتابت مکمل ہے جو ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ایک تاریخی ریسرچ ورک ہے۔ اس کے بعد 'علم عروض پر ایک سرسری نظر' پر بھی کام جاری ہے۔

کوثرؔ صاحب کے مذکورہ علمی وادبی کاموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں یہی کہوں گا کہ کوثرؔ صاحب بھی پاکستان میں رہ کر اپنے والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر چل کر علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔

فٹ نوٹ نمبرا: بحوالہ خمخانہ محامد صفحات ۵۶، ۶۹، ۷۰، مولفہ نواب قادری، حیدر آباد دکن ۱۹۶۹ء

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب کوثر پہلی مرتبہ میرے گھر آئے تھے تو میں نے صرف یہ کہا تھا کہ کوثر تم اب پاکستانی ہو اور تم کو اپنے والد کی طرح نام روشن کرنا ہے۔ لہٰذا کوثر میرے ہی گھر پر ایک دو سال تک قیام پذیر رہے۔ یہیں سے شادی ہوئی اور کوثر نے اپنی محنت شاقہ سے تعلیم کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں یہ بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کو ایک ایسی رفیقۂ حیات ملی جو بذات خود علم و ادب سے دلی شغف رکھتی ہیں اور مذہب سے بے حد لگاؤ ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ عزیزم کوثر اپنے والد بزرگوار کی طرح اشاعتِ دین پر بھرپور توجّہ دے رہے ہیں اس کی جیتی جاگتی مثال 'سرمایۂ حیات' کی تصنیف ہے۔ بحیثیت شاعر آپ کی شاعری عام سطح سے بلند تخیّل اور شگفتگیٔ طبع کی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت' زبان کی چاشنی' درد' سوز' واردات قلبیہ کے ساتھ ساتھ حکیمانہ نکات اور فلسفہ کا رنگ بھی موجود ہے۔

میری دعا ہے کہ عزیزم کوثر اسی طرح جہد و جہد کرتے رہیں انشاءاللہ ان کا نام بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح ضرور عظیم ہستیوں میں شمار ہوگا اور ان کے کلام کو قدر کی نگاہ سے اہل نظر دیکھیں گے۔

والسلام

دعا گو

الحاج عبدالمجید محمد اقبال قادری

عرضِ مصنف

میرا پہلا مجموعہ کلام 'عکس کوثر' غزلیات وقطعات ورباعیات پر مشتمل ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ اب 'ارمغانِ سخن' دوسرا مجموعہ کلام آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اپنی شاعری کے سلسلہ میں کچھ تحریر کرنے سے قبل ان 'یادرفتگاں' کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آج ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ محترم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، حضرت وفا ڈبائیوی، جناب شاعر لکھنوی، جناب کیپٹن شبیر نیازی، جناب افسر ماہ پوری اور جناب صابر کوثر کامٹوی، ان تمام مرحومین نے میرے پہلے مجموعہ کلام کو بہ نظر غائر اور ناقدانہ انداز سے دیکھا اس کے بعد اپنے تاثرات قلمبند کئے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ محکمۂ تعلیمات، حکومت سندھ نے میرے مجموعہ کلام کو عزت بخشی اور صوبہ سندھ کے تمام کالج لائبریریز کے لئے درج ذیل حکم نامہ کے تحت منظوری دی۔

(SO(ACD1)4-9/85(P-II), Dated 27th JUly, 1989)

یوں تو 'عکس کوثر' متعدد قارئین کرام کی نظر سے گذرا ہوگا لیکن خصوصی طور پر مجھے جن حضرات نے اپنے تاثرات ارسال کئے وہ بھی ہم سے جدا ہو گئے ان میں محترم جناب حکیم محمد سعید مرحوم سابق گورنر سندھ، محترم اشتیاق اظہر صحافی 'روزنامہ جنگ' محترم سید قمر ہاشمی مرحوم اور محترم رضا شیرکوٹی عابدی مینائی جانشین حضرت عابد مینائی مرحوم کے نام قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ ان تمام مرحومین کے تاثرات بھی اس مجموعہ میں بطور یادگار شائع کر دیئے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ عائشہ باوانی گورنمنٹ کالج میں ۲۷ سال خدمات انجام دینے کے بعد رٹائرمنٹ سے ایک سال قبل ہی میں نے رٹائرمنٹ لے لی اور رٹائر ہونے کے بعد میں نے اپنی پوری توجہ اپنے منتشر کلام کو یکجا کرنے میں صرف کر دی۔ لہٰذا اس مجموعہ میں ان غزلیات کو بھی شامل اشاعت کر دیا گیا ہے جو 'عکس کوثر' میں شائع ہونے سے رہ گئیں تھیں۔

میرے نزدیک کسی چیز کا تخلیق ہونا آسان ہے لیکن ادبی تخلیق کو منظر عام پر لانا بڑا دشوار امر ہے۔ کلام کے یکجا ہونے کے بعد غزلوں کا انتخاب، اشعار کا انتخاب اور پھر اہل نظر اور ماہر علم وفن سے ناقدانہ آراء لینا کچھ آسان بات نہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے ڈاکٹر پروفیسر سحؔر انصاری سے ملاقات کی۔ آپ نے بڑی شفقت اور محبت کا اظہار کیا۔ انتخاب کا وعدہ بھی کیا، میں نے ۲۴ غزلیات کا پہلا جز انھیں انتخاب کیلئے دیا تھا بوجہ مصروفیت انتخاب نہ کر سکے۔ چونکہ میں نے اپنے مجموعۂ کلام کا نام 'ارمغانِ سخن' تاریخی نام رکھا ہے اور اس سے تاریخ طباعت ۲۰۰۲ء نکلتی ہے لہٰذا مجبور ہو کر میں نے محترم شبنؔم رومانی صاحب سے رابطہ کیا۔ ان دنوں آپ علیل تھے لیکن علالت کے باوجود میرے مجموعہ کے لئے وعدہ کیا اور وقت بھی دیدیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کوثؔر تمھارے گھر سے قریب بہاؔر شاہجہانپوری رہتے ہیں اگر آپ کے اس مجموعہ کا انتخاب ان کے ہاتھوں ہو تو بہتر ہے۔ میری نظر میں وہ صاحبِ نظر، ماہر علم وفن اور نقاد ہیں۔ اسی اثناء میں پروفیسر سحؔر انصاری نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر اپنے تاثرات قلمبند فرمائے جس کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔

جناب شبنؔم رومانی کے حکم اور مشورہ کے مطابق میں محترم بہاؔر شاہجہانپوری سے ملا۔ بہاؔر صاحب مجھے بچپن سے جانتے ہیں۔ یوں تو کئی مشاعروں میں بہاؔر صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں لیکن صرف شاعر کی حیثیت سے۔ جب میں نے اپنے مجموعہ کلام کے سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے جس محبت اور شفقت سے مجھے اپنے دل میں جگہ دی اس کا اظہار کس طرح کروں، بہاؔر صاحب نے میرے کلام کی غزلیات اور اشعار کا انتخاب ہی نہیں کیا بلکہ فن شاعری کے تمام عیوب کو مدّنظر رکھتے ہوئے بعض غزلیات الگ کر دیں اور جو زبان و بیان کے اعتبار سے بہتر اشعار ہو سکتے تھے۔ انکا انتخاب فرمایا۔ آپ یقین جانئے بہاؔر صاحب نے مصروف ہونے کے باوجود ہفتہ میں ایک دن مخصوص کر دیا اور چار چار گھنٹے متواتر علمی و ادبی گفتگو کے ساتھ ساتھ شاہجہانپور، لکھنؤ، بدایوں، میرٹھ، حیدرآباد، مرادآباد اور نہ جانے کن کن مشاعروں میں پرانے شعراء کے واقعات اور ان کے کلام پر روشنی ڈالی۔ کئی ایسے واقعات دؔل شاہجہانپوری، اصغر علیخاں اصغؔر شاہجہانپوری، صفؔی لکھنوی، جگر مرادآبادی، شکیل بدایونی، اسعد شاہجہانپوری کے بتائے کہ اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ تذکرہ وجود میں آسکتا ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ میرے اس دوسرے مجموعہ کلام کا انتخاب محترم بہار شاہجہانپوری جیسی ذی علم، ماہر علم وادب اور شاعرانہ تنقیدی شعور رکھنے والی ہستی کے ذریعہ عمل میں آیا اور آپ نے بڑی شفقت اور محبت سے میری ان خامیوں کی نشاندہی کی جو فن شاعری سے متعلق تھیں۔اس کے ساتھ یہ مشورہ بھی دیا کہ موجودہ شاعری روایت پسندی اور جدّت پسندی سے ہم آہنگ ہے لہذا اپنی شاعری میں قدامت پسندی کی روایت کے ساتھ ساتھ جدت پسندی کو بھی جگہ دوں۔

معزّز قارئین کرام!

میرا دوسرا مجموعہ 'ارمغانِ سُخن' اب آپ کے سامنے ہے اس میں قدیم وجدید خیالات کی عکاسی ہے یا نہیں یہ فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے بہرحال میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میری شاعری میں زمانے کی تلخیاں، درد وکرب اور ظلم واستبداد کا تاثر ضرور ملے گا لیکن وہیں آپ یہ بھی محسوس کریں گے کہ موجِ طوفاں سے کھیلنے کا حوصلہ بھی ہے۔ یہ سب کچھ مجھے اپنے والد بزرگوار قاری بشیرالدین پنڈت کی وسیع النظری، خوش خلقی اور بے لوث شفقت سے حاصل ہوا۔کیونکہ آپ کی زندگی میں جو بھی دشوار مراحل آئے انھیں آپ نے مردانہ وار اور بڑے حوصلے سے طے کیا چنانچہ میں بھی آپ کے نقش قدم پر گامزن ہوں اور اپنے تمام ساتھیوں سے یہی کہتا ہوں کہ:

ترے دل پہ لاکھ غم ہوں تو چھپا لے ان کو دل میں
یہی زندگیِ دل ہے، یہی اصل زندگی ہے
مری وضع بھی یہی ہے مرا طرز بھی یہی ہے
نہ کسی سے ہے شکایت نہ کسی سے دشمنی ہے

میں اپنی کم علمی، کم مائیگی اور کوتاہ نظری کے پیش نظر خود پر کیا ناز کروں کہ بعض اوقات ایک شعر کہنے کے لئے گھنٹوں سر پکڑے بیٹھا رہتا ہوں اور خیالات گردش کرتے رہتے ہیں۔
آخر میں عزیزم زین افغانی اور اُن تمام کرم فرماؤں کا بے حد مشکور ہوں کہ جنھوں نے میرے اس مجموعہ کو کتابی شکل دینے اور اسکی ترتیب وتزئین میں میری مدد فرمائی۔ بالخصوص میں اپنی رفیقۂ حیات معیزہ کوثر کا بے حد ممنون ہوں کہ جنھوں نے خرابیٔ صحت کے باوجود میری تمام

غزلیات کی پروف ریڈنگ کی اور اغلاط کی درستگی کی۔ صاحبزادگان میں بڑے صاحبزادے محمد ضمیر الدین کوثر۔ بی اے نے بڑی محنت و کاوش سے کمپوزنگ کا کام انجام دیا اور مجموعہ کو خوشنما بنایا۔ مظہر الدین احمد، ایم۔ اے نے مجموعہ کی اشاعت سے متعلق تمام کام اپنے ذمّہ لئے۔ اسی طرح سب سے چھوٹے صاحبزادے وقار الدین نے مجھے گھریلو تفکرات سے دور رکھا۔

اگر میں اپنی صاحبزادیوں آرم کوثر، بشریٰ کوثر اور صبا کوثر کا ذکر نہ کروں اور انھیں فراموش کر دوں تو ناانصافی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کی میری تینوں صاحبزادیاں شعری ذوق رکھتی ہیں۔ بشریٰ کوثر جو بی۔ اے آنر سال دوم کی طالبہ ہے اور صبا کوثر و آرم کوثر جو بہترین نعت خواں ہیں ان تینوں کی خواہش تھی کہ میں اپنا دوسرا مجموعہ بھی شائع کرادوں لہٰذا ان تینوں بیٹیوں نے نہ جانے کہاں کہاں سے اوراق جمع کئے اور وہ غزلیات ملیں جن سے میں ناامید ہوگیا تھا کہ کلام ضائع ہوگیا ہوگا۔ انھوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی، میرا خیال رکھا۔ غزلیات کے نقل کرنے میں مدد دی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ گھر کے تمام افراد نے میرے ریگ زار حیات میں تازہ اور خوشگوار جھونکے فراہم کئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تمام بچے مدارج عالیہ پر فائز ہوں اور خاندان کا نام روشن کریں۔ آمین!

خاکپائے بزرگاں

کوثر شاہجہانپوری

مورخہ ۸ نومبر ۲۰۰۲ء

کلامِ کوثر کا سرسری جائزہ

یٰسین خاں بہار شاہجہانپوری استاد شعبۂ اردو،
لندن کالج آف منیجمنٹ (پاکستان کیمپس، کراچی)

پروفیسر محمد ظہیرالدین کوثر، ایک مُتبحر عالم و مورخ اور فاضلِ سنسکرت قاری محمد بشیرالدین پنڈت ایم۔اے (علیگ)، نیشنل ایوارڈ یافتہ (مہا مہا او پادھیائے یا شمس العلماء) کے لائق فرزند ہیں۔ انکی پرورش و تربیت ایک ایسے خانوادہ میں ہوئی ہے جہاں علم و تحقیق اور ادیان کے تقابلی مطالعہ کے علاوہ تاریخی حقائق کو پرکھنے اور تمام صداقتوں کے ساتھ انکو ضابطۂ تحریر میں لانے کے مہتم بالشان کارنامے انجام دیئے جاتے تھے۔ قاری بشیرالدین پنڈت میرے زمانۂ طالب علمی میں اسلامیہ کالج شاہجہانپور کے وائس پرنسپل کی حیثیت سے شعبۂ تدریس سے وابستہ تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ امتحانات کی کاپیاں مسجد میں بیٹھ کر جانچتے تھے تاکہ کسی سفارش یا ناانصافی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ میرے ساتھ انکا ایک مخصوص مشفقانہ سلوک آخر تک قائم رہا جس نے میری ذہنی تربیت اور میری زندگی کو سدھارنے اور سنوارنے میں بڑی مدد کی۔ میری حرف شناسی اور کردار کے اچھے پہلو ان ہی شفقت و توجہ کا نتیجہ ہیں۔ مجھے انکا التفات اسلئے بھی حاصل رہا کہ انکی مشہور کتاب تاریخ ہندی قرون وسطیٰ جلد دوم کے مسودہ کی نقل کرنے اور اسکے ایک بڑے حصہ کو دوسرے کاغذ پر منتقل کرنے کی ذمّہ داری انہوں نے ایک اور طالب علم کے علاوہ میرے بھی سپرد کی تھی میں آج بھی اپنی اس خوش بختی پر نازاں اور اس یاد سے مسرور رہتا ہوں۔

کوثر صاحب نے آفتابِ علم و دانش اور مہرِ زہد و تقویٰ کی روشنی میں آنکھ کھولی ہے ان ضیا پاشیوں کے بہت کچھ اثرات انکی ذات، انکے فکری دھارے اور انکی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر حاوی نظر آتے ہیں۔ معلّمی کا شعبہ انکی میراث ہے اور شاعری انکا تقاضائے فطرت۔ شاعری اور ادب کی دنیا میں وہ ایک وسیع المطالعہ شخص ہیں مختلف زبانوں کے شعر و ادب کو انھوں نے تعمق نگاہ سے دیکھا ہے اسلئے انکی فکر میں گہرائی و گیرائی اور لہجہ میں ایک دلکش توازن و متانت کا احساس ہوتا ہے انکی پسندیدہ صنف سخن غزل ہے اور اسی صنف پر انکی فکری کاوش احاطہ کرتی ہے انکے اکثر شعری خیالات تصوف کے پروردہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ عشقِ الٰہی اور تصوف انکے خانوادہ کی میراث و متاعِ حیات بھی ہے۔ کوثر صاحب کی جڑیں اپنے ماضی میں بہت گہری ہیں وہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقِ زندگی انکے علمی شغف اور انکی راستبازی کے

مقلد و موید ہیں۔ بلکہ ان پر اپنے بزرگوں کی رسمِ عبودیت کے اثرات بھی پوری طرح چھائے ہوئے ہیں۔ اگر شاعر اور تخلیق کار کی زندگی اور فکری بنیاد، روحانی اقدار پر قائم نہ ہو تو اسکی تمام تخلیقی کاوشیں بے جہت و بے سود ہو کر رہ جاتی ہیں کوثر صاحب جس معاشرت کے پروردہ ہیں اس میں انسانیت دوستی' سچائی' علم اور تہذیب و ادب کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی انہی باٹوں سے شرافت کو تولا اور انہی پیمانوں سے عظمت و رفعت کو ناپا جاتا تھا۔ مادی دولت، جاہ و ثروت، اسباب خانہ اور سامان عیش کسی شخص کو سماج میں محترم و معتبر ٹھہرانے اور دلوں میں جگہ بنانے سے قاصر تھے۔ یہ قدریں اور یہ اصولِ معاشرت ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو کس حد تک ہموار اور طبعیتوں کو کس قدر آسودہ و مطمئن رکھتے تھے اگر آپ اسکا اندازہ کرنا چاہیں تو موجودہ دور میں مادی مسابقت، کے نتائج نا آسودگی، سماجی انتشار اور عدم تحفظ کے بڑھتے ہوئے ان احساسات و خدشات سے کر سکتے ہیں جنھوں نے آج کے انسان کو گھر کی چہار دیواری میں بھی بے یقینی اور بے اطمینانی کا شکار بنا رکھا ہے۔کوثر صاحب شاعری اور بالخصوص غزل میں بھی شعرائے متقدمین سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں اور سچی بات بھی یہی ہے کہ ماضی اور روایت سے کٹ کر زندگی کے بیشتر شعبوں میں ہم جس نقصان اور خسارہ کا شکار ہوئے ہیں اس نے ہمارے تشخص اور شناخت کو گم کر کے رکھ دیا ہے۔ہمیں اپنی شناخت اور پہچان کو قائم و زندہ رکھنے کیلئے ماضی سے مربوط و متعلق رہنے کی اہمیت و ضرورت کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اس وسیع و عریض کائنات میں محبت سب سے زیادہ مؤثر اور عالمگیر قوت ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ عشق اور محبت ہی مقصدِ حیات و غایتِ کائنات ہے محبت ہی وہ جذبہ ہے جو روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور یہی وہ طاقت ہے جو انسانی روح و ضمیر کو گرما دینے کا فریضہ انجام دیتی ہے۔غزل چونکہ اس جذبہ کی بھرپور عکاسی اور ترجمانی کرتی ہے اس لئے اس کو تمام اصناف سخن پر فوقیت حاصل ہے یہ صنف اپنی اصل اور اساس کے اعتبار سے اپنی نشو و نما' اپنی توانائی و رعنائی کے لحاظ سے محبت اور جذبۂ عشق کی مرہون منت ہے اس لئے یہ سب سے زیادہ مقبول و محبوب صنف بن کر ابھری اور آج تک اسی حیثیت سے زندہ و پائندہ ہے۔

پچھلی چند دہائیوں میں غزل کے رنگ و آہنگ اور اس کے تغیرات پر بہت سے اعتراضات کئے گئے' لمبی لمبی بحثین ہوئیں' ہیئت و مواد کے حوالہ سے رنگِ قدیم اور رنگِ جدید کے شاخسانے سامنے آئے بعض لوگوں نے غزل میں تجرباتی کوشش و عمل کی نشاندہی کی اور اس کے اچھے اور برے ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ میرے خیال میں اگر شاعر میں جمالیاتی حِس اور سوزِ دل موجود ہے تو شعر رنگِ قدیم اور

رنگِ جدید دونوں سطحوں پر بامعنی اور جاندار ہوسکتا ہے اگر تخلیقی عمل میں جذبہ کی صداقت اور اسکے اظہار و ابلاغ کا سلیقہ اور شعور موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ طبائع کو متاثر اور ذوق کو آسودہ نہ کر سکے۔ غزل میں الفاظ کی سادگی انکا برمحل استعمال اور احساس و جذبہ کے فطری اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اس راہ سے سلامت روی کے ساتھ گذرنا ہی کامیاب شاعری کی دلیل ہے۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ کوثؔر صاحب حُسن و عشق کے باہم تعلق و معاملات ہی تک غزل کو محدود نہیں رکھتے ہیں۔ وہ ہماری خارجی زندگی اور اسکے مسائل سے بے خبر بھی نہیں ہیں انکے کلام میں حادثات کی دھمک، عزائم کی کھنک واقعات کی چھان پھٹک اور معاشرتی ناانصافیوں کا کرب بھی اپنی جھلک دکھاتا نظر آتا ہے۔ آیئے اس گفتگو کی روشنی میں کوثؔر صاحب کی شعری کاوشوں کا مطالعہ کرنے کی کوشش کریں۔

محبوب کی دیر آشنائی اور ستم رانی ہماری عشقیہ شاعری کا جانا پہچانا موضوع ہے اس موضوع پر کوثؔر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے:

ے کیوں تمھیں آج ہوا میری وفاؤں کا خیال
تم نے کیا چھوڑ دیا خونِ تمنا کرنا

پہلے مصرع کو جن سادہ الفاظ سے سجایا گیا ہے اور دوسرا مصرع جس بیساختگی اور حسنِ بیان کا مظہر ہے کوئی بھی مذاقِ سلیم رکھنے والا اسکی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جب محبّ محبوب کی طرف سے پہنچنے والے رنج و غم کو اسکی عنایت و عطا سمجھ لے تو غم مبدل بہ راحت ہو جاتا ہے اس تصور سے کہ یہ ظلم میرے محبوب کی عطا ہے ظلم ظلم نہیں رہتا اسکی طرف سے پہنچنے والا کوئی بھی رنج رنج نہیں رہتا بلکہ سکونِ قلب کا سامان اور جسم و جاں کی راحت بن جاتا ہے اس خیال کو کوثؔر صاحب نے کسقدر خوبصورت پیرایۂ بیان دیا ہے ملاحظہ فرمایئے

ے گوارا ہے مجھے اب ہر خلش رنجِ محبت کی
اسی باعث مصیبت میں بھی دل ہے شادماں اپنا

عُسرت و عشرت اور رنج و راحت دونوں صورتوں میں محبت کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، محبت کی دنیا کو آباد کیئے رکھنا، عشق کے آداب اور اسکے تقاضوں کو مرکز و مقصد حیات سمجھنا، یہ سلیقہ بھی اسی کی عطا اسی کی دین ہے ورنہ انسان کی کیا بساط کہ ثابت قدم رہے اس خیال کو اپنے مقطع میں کس خوش اسلوبی

سے بیان کرتے ہیں:

ے اس سلیقہ سے نوازا مجھے اس نے کوثؔر
مرتے جیتے میں محبت کا بھرم رکھتا ہوں

ہماری بزرگ نسل کا زمانہ امن وآشتی، محبت ویگانگت اور رواداری وایثار کا زمانہ تھا۔ خاندان کے افراد مل جل کر اور یکجا رہنے میں ہی خاندان کی عزت اور اسکا وقار سمجھتے تھے اس Joint FamilySystem کی خوبیوں اور ثمرات سے آج ہماری معاشرتی زندگی محروم ہے۔ دوستی کے اصول وآداب اور حقوق وفرائض تو دور کی بات ہے ایک بھائی بھائی کے لئے اور اولاد والدین کا سہارا بننے اور انکا حق ادا کرنے کیلئے تیار نہیں۔ خودغرض اور خودنگر ہونا نہ سماجی عیب ہے اور نہ اخلاقی جرم۔ مادی خوش حالی کی فکروں نے مخلصانہ تعلق کو بے حد کمزور کردیا ہے اور رشتوں کے درمیان ایک وسیع خلیج پیدا کردی ہے ہم زندگی کو بے گانہ روی اور بے تعلقی کی فضا میں پروان چڑھا کر سماج سے خوشگوار رویوں اور اعلیٰ انسانی اقدار کا مطالبہ کررہے ہیں۔ کوئی شخص اپنی ذات سے باہر نکل کر سوچنے اور عمل کرنیکے لئے دکھائی نہیں دیتا ہے اس صورت حال کی ترجمانی کے لئے کوثؔر صاحب کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے

ے یہ لگتا ہے کہ دنیا عرصۂ محشر کا حصہ ہے
کہ جو صورت ہے مجھکو اجنبی محسوس ہوتی ہے

کائنات کی ہر چیز اور ہر منظر خالقِ کائنات کے وجود اور اسکی عظمت وجلالت کی گواہی دے رہا ہے نگاہِ حقیقت بیں جس طرف بھی اٹھتی ہے متحیّر ومتعجب ہوجاتی ہے دیکھئے کوثؔر صاحب کس خوبصورت پیرائے میں اس مضمون کو بیان کرتے ہیں۔

ے وہ سارے روپ ترے جن سے محوِ حیرت ہوں
میں کیا بتاؤں کہ مجھکو کدھر کدھر سے ملے

کوثؔر صاحب جذبات نگاری اور سوز وگدازِ عشق کے ساتھ ساتھ سماجی ناانصافیوں، عصری تقاضوں اور عدم مساوات سے پیدا ہونے والے مسائل ومعاملات کا پورا شعور رکھتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ سیاسی حالات سے پیدا شدہ ناآسودگیوں سے باخبر نہ ہوں انکے مندرجہ ذیل اشعار ان کے شعور وآگاہی کا پتا دیتے ہیں

ے گوشہ گوشہ چمن کا ویراں ہے
ایسے جلوے لئے بہار آئی

ہے مآلِ بہار نظروں میں
فائدہ کیا اگر بہار آئی

کہیں تو کیا کہیں افسانۂ ناکامیٔ الفت
سرِ منزل پہنچ کر لُٹ گیا ہے کارواں اپنا

روشنی جن سے نہ ہو شمس و قمر ایسے بھی ہیں
میری راہِ زیست میں کچھ ہم سفر ایسے بھی ہیں

کوثر صاحب کے کلام کا ایک نمایاں پہلو درسِ جہد و عمل ہے۔ وہ انسانی مشکلات اور زندگی کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہونے اور ان سے نجات پانے کا ذریعہ انسانی عزم اور سعیٔ و عمل کو قرار دیتے ہیں وہ اپنے پڑھنے والوں کو مطمئن و پر امید دیکھنا چاہتے ہیں ان اشعار کو ملاحظہ فرمایئے:

موجِ طوفاں سے کھیل کر ہم نے
اپنی کشتی کو غم کے پار کیا

ابھی تو ظلمتیں ہیں اور میرا کارواں کوثر
ملے گی دیکھنا روشن سحر آہستہ آہستہ
محبت کو اثر کرنے میں کچھ تو وقت لگتا ہے
ہمیں اپنا کہیں گے وہ مگر آہستہ آہستہ

منزلِ شوق میں جب اپنے قدم رکھتا ہوں
شانِ کئے رکھتا ہوں میں شوکتِ جم رکھتا ہوں

یہ جب عقدہ کھلا کہ برق ان تنکوں کی دشمن ہے
بنایا بجلیوں کی زد پہ ہم نے آشیاں اپنا

جن لوگوں کو کوثر صاحب کی غزل ماضی کا حصہ معلوم ہوتی ہے وہ مندرجہ بالا اشعار میں موضوع اور طرزِ اظہار کے خوبصورت پہلوؤں کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ کوثر صاحب کے کلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف المذاق قاری و سامع کی ضیافتِ طبع کے لئے بہت کچھ سامان موجود ہے۔ امید ہے کہ اہلِ ادب اور قدردانِ سخن انکے شعری مجموعہ کی پذیرائی کا حق ادا کرنے میں فراخدلی کا ثبوت دیں گے۔

☆☆☆

عکس کوثر 'ایک جائزہ'

اشتیاق اظہر' صحافی روزنامہ جنگ، سابق سینیٹر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

مجھے ذاتی طور پر تو 'عکس کوثر' کے خالق کوثر شاہجہانپوری سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں لیکن خود شاہجہانپور کے بارے میں، بہت کچھ جانتا ہوں اس عظیم تاریخی شہر میں گذشتہ صدی کے دوران کفر و اسلام اور فرنگی ریشہ دوانیوں کے خلاف علمائے دین نے جو مجاہدانہ کاروائیاں کیں وہ جنوبی ایشیاء میں احیائے اسلام کی راہ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

عکسِ کوثر کے خالق، جناب کوثر شاہجہانپوری کے عظیم والد قاری بشیرالدین پنڈت اپنے وطن کی پاک سرزمین سے شروع ہونے والے معرکۂ کفر و اسلام میں آج بھی مصروف عمل ہیں اور تحریر وتقریر کے ذریعہ ان علماء کے حق کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں' اس کے علاوہ جناب سخا شاہجہانپوری نے اردو ادب کی جو خدمت کی وہ ان کا ایک کارنامہ سمجھی جائے گی۔ جناب سخا شاہجہانپوری نے وطن سے دور رہ کر کانپور کی شہری فضا کو اس حد تک نکھارا کہ کانپور کا شعری ادب بھی لکھنؤ کے شعری ادب کے مقابلہ میں پیش کیا جانے لگا اور ان کے متعدد اشعار نے داد حاصل کی۔

میرے ایک انتہائی قریبی عزیز جناب سعید قادری نے مجھے عکس کوثر کا ایک نسخہ مرحمت فرمایا تو دل میں خود بخود اس شعری تخلیق کے مطالعہ کی خواہش پیدا ہوئی اور اس خواہش نے اس وقت جلا پائی جب اس مجموعے کی ابتداء میں مجھے حضرت ماہر القادری، حضرت نازش حیدری اور جناب شاعر لکھنوی کے رشحات قلم کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔

یہ بات یقینی طور پر درست سمجھی جائے گی کہ جناب کوثر شاہجہانپوری کے کلام میں روایت اور جدیدیت کا ایک حسین امتزاج ملتا ہے اور ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ انھوں نے اساتذۂ قدیم کا اتباع کرتے ہوئے اپنے کلام میں جدید رنگ تغزل کی بھرپور عکاسی کی ہے اور مولانا حسرت موہانی نے گذشتہ صدی کے اواخر اور موجودہ صدی کے اوائل میں جس مذاق شعری کا آغاز کیا اور جس کی بدولت انھیں جدید اردو غزل کا بانی کہا جاتا ہے اور جس رنگ کلام کو حضرت فراق گورکھپوری اور جناب فیض احمد فیض نے مقبولیت کی آخری سرحدوں تک پہنچایا اس کی عکاسی اور ترجمانی کا حق آج بھی حضرت کوثر

شاہجہانپوری اپنے کلام کی تخلیق کے ذریعے ادا کر رہے ہیں اور ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر انسان چاہے اور اسے شعر گوئی پر پوری طرح قدرت حاصل ہو تو قدیم اور جدید رنگ شاعری کے درمیان رابطہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور جو شعراء اس امتزاج کو اپنے شعر و شاعری کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں وہ دراصل مقصد شعر و ادب کے میدان میں اپنی بے مائیگی اور کم آگاہی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

جناب کوثرؔ شاہجہانپوری نے بہت اچھا کیا کہ انھوں نے اردو غزل کی روایت کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ جدید رنگ تغزل کو اپنایا اور اس شعبہ میں بھی ایک نئے رنگ' نئے نکھار اور نئے طرز کا باعث بنے اور جدید اردو غزل کا اگر ایک حسین امتزاج دیکھنا ہو تو میں نہایت ادب کے ساتھ اہل ذوق کو عکس کوثرؔ کے مطالعہ سے لطف اندوز ہونے کی سفارش کروں گا۔

ہمارے بعض احباب کا یہ خیال کہ رنج و غم جناب کوثرؔ شاہجہانپوری کی شاعری کا بنیادی عنصر ہے' مکمل طور پر صحیح نہیں اسلئے کہ انھوں نے اس صدی کی چوتھی اور پانچویں دہائی کے دوران اپنے گردوپیش کے ابتر اور انقلابی حالات کو ضرور قبول کیا اور یہ ایک فطری امر بھی تھا اس لئے کہ حساس طبیعت اور محاکاتی مزاج رکھنے کے باعث شاعر اپنے ماحول سے اثر ضرور قبول کرتا ہے اور جناب کوثرؔ نے بالکل فطری طور پر اپنے ماحول کی ابتری سے اثر لیا۔ تقسیم برصغیر کے حالات ہی سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے ہجرت کے محرکات و مضمرات کا تاثر بھی لیا اور اس کی جھلک ان کے کلام میں جا بجا ملتی بھی ہے لیکن یہ حادثاتی رنج و غم ان کے دل و دماغ کے سوتے خشک کرنے کا باعث نہیں بنے اور وہ مایوس اور پراگندگی کا شکار نہیں ہو سکے ان کے یہ اشعار:۔

ے ہاں اعتبار وعدۂ فردا تو ہے مجھے
دو دن کی زندگی کا مگر اعتبار کیا

ے یہ انقلاب فصل چمن نے اثر کیا
صیاد نے بہار میں بے بال و پر کیا

ے سایہ ہی غم کا مجھ کو ملا راہِ عشق میں
جب بھی تلاش یار میں' میں نے سفر کیا

ے غم سے مانوس ہو گیا اکثر
اے غم دوست تیری عمر دراز

ے آ فتوں کی یہ گھٹائیں دیکھو
میرے ماحول پہ چھائیں کب تک

ے جہاں جہاں سے میں گذرا ہوں راہِ ہستی میں
لہولہو میرے پیروں کا ہے نشاں اب تک

لیکن رنج وغم کے اس اظہار کے باوجود رنج وغم ان کا حاصلِ کلام نہیں' ان کے اشعار میں عزم وحوصلہ کا جو پہلو نکلتا ہے دراصل یہی عزم وحوصلہ ان کی شاعری کا بنیادی عنصر ہے اور اسی عزم وحوصلہ نے ان کی شاعری کو جاوداں بنادیا ہے' یہی عزم وحوصلہ ان کے کلام کا بنیادی عنصر ہے اور اسی سبب عکس کوثر کو اردو ادب میں ایک خصوصی اہمیت حاصل ہونا چاہئے۔ ہمارے بہت سے شعراء نے رنج وغم کو ایک اہم اصول زندگی کے طور پر اپنایا ہے لیکن رنج وغم سے قنوطیت کا تاثر نہیں ملتا اس لئے کہ انسانی زندگی صرف رنج وغم ہی کا نام نہیں اور حالات و واقعات سے سمجھوتہ کرنا اور رنج وغم کو زندگی کے بنیادی عنصر کے طور پر تسلیم کرنے سے مایوسی وحرماں کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور آدمی مایوس اور محرومی کا شکا ہوجاتا ہے۔

جناب کوثر شاہجہانپوری نے رنج وغم کو اپنے ماحول کی ضرورت اور حقیقت کے طور پر تو برابر تسلیم کیا ہے لیکن اس کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور مایوس اور قنوطیت کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کی طبیعت کی یہی خوبی انھیں رجائیت پسند بنادیتی ہے اور انھیں ادب برائے ادب کے ترجمان کے ساتھ ساتھ ادب برائے زندگی کی علمبردار بھی بنادیتی ہے۔ جناب کوثر شاہجہانپوری کے یہ اشعار ان کے پختہ عزم وحوصلہ کی سچی اور صحیح عکاسی کرتے ہیں:

ے دیارِ غیر میں بنیاد آشیاں رکھنا
بہت کٹھن ہے مگر حوصلہ جواں رکھنا

ے سکونِ قلب نشیمن میں ڈھونڈھنے والے
نظر میں اپنے قفس کی بھی تیلیاں رکھنا

ے بڑا محال سہی پھر بھی ہم کو لازم ہے
قفس میں رہ کے نظر سوئے گلستاں رکھنا

ے پوچھئے یہ ڈوبنے والوں سے بحرِ عشق میں
جومزا گرداب میں ہے وہ کہاں ساحل میں ہے

یہ تو خیر جناب کوثر شاہجہانپوری کی شاعری میں عزم وحوصلہ کی بات ہے جس نے ان کے اشعار میں ایک حسین نکھار اور حسن پیدا کر دیا ہے لیکن ان کی یہی شعری خوبی جو ان کی شعری تخلیقات کا بنیادی عنصر بھی ہے۔ ان کے کلام میں جراءت وفکر کی بھی نشاندہی کرتی ہے اور جو شاعر عزم وحوصلہ کو رنج وغم پر ترجیح دیتا ہے اس کے ہاں جراءت اظہار کی رمق بھی ضرور موجود ہوتی ہے اور یہ جراءت اظہار اس کی زندگی پر مایوسی کا عنصر غالب نہیں ہونے دیتی مثلاً

ے کبھی تو ستاروں کی یہ ضوفشانی
نصیبِ دلِ دشمناں تک تو پہنچے
ے گلستاں کے جلنے کا مجھ کو نہیں غم
یہ برقِ ستم باغباں تک تو پہونچے

ایک خوبی جو جناب کوثر شاہجہانپوری کے کلام میں اکثر بیشتر نظر آتی ہے وہ ان کے وارداتِ قلبی کی عکاسی کرتی ہے مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

ے ہے وہی تشنہ لبی کوثر نواز
ایک ساغر میں بھلا ہوتا ہے کیا
ے شب فراق گذاری ہے یہ دعا کر کے
خدا دکھائے نہ پھر انتظار کی صورت
ے تیری بزم ناز میں سب ہی تہی دامن رہے
دیکھ کر دامن کو خالی میں بھی شرمایا بہت

وارداتِ قلبی کی یہی سچی ترجمانی مزاجِ عشق کو تسکین واطمینان کا سامان مہیا کرتی ہے اس لئے کہ جب شاعر اپنے جذبات واحساسات کی سچی ترجمانی پر قابو حاصل کر لیتا ہے تو لامحالہ اس کے اشعار زندگی کی حقیقتوں سے قرب اور تسکینِ دل وجاں کا سامان بھی فراہم کرنے لگتے ہیں اور اس کی شاعری ترجمانِ فطرت اور

مظہرِ عشق بن جاتی ہے۔ جناب کوثر شاہجہانپوری کے کلام میں بھی یہی دونوں خوبیاں اکثر و بیشتر جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ شاعری میں تسکین کا پہلو شامل کر کے شاعر جس انداز میں اپنے عشق کی پیاس بجھاتا ہے اس کا اندازہ جناب کوثر کے ان اشعار سے کیا جاسکتا ہے:

بلا سے پھونک دے بجلی مرے نشیمن کو
میں مطمئن ہوں کہ ناپائدار ہے دنیا

جو سوچئے تو عجب رنگ و بو کے افسانے
جو دیکھئے تو مکمل بہار ہے دنیا

اپنے ظلم و جور پر وہ خود پشیماں ہوں تو ہوں
مطمئن ان کی جفاؤں پر ہیں ہم اپنی جگہ

میرے ایک بزرگ جناب شارق امیر ربانی مرحوم نے ایک زمانہ میں سچے شعر کی تعریف کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اچھا شعر الہام کے مانند ہوتا ہے انھوں نے فرمایا تھا کہ:

وہ شعر خاص جو منجملۂ الہام ہوتا ہے
یہ قدرت ہی عطا کرتی ہے میرا نام ہوتا ہے

جناب کوثر شاہجہانپوری کے متعدد اشعار الہامی اشعار کے زمرے میں شامل کئے جاسکتے ہیں مثلاً:

عجب انداز کی دھڑکن ہے دل میں
مزاجِ یار تو برہم نہیں ہے

ہے زندگی کا لطف تری پرسشوں کے ساتھ
میرے لئے تو ورنہ قیامت ہے زندگی

کوثر ہمارے عشق کی خودداریاں نہ پوچھ
منزل قریب آئی تو منزل سے ہٹ گئے

ان کے بہت سے اشعار کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کی یہ سہل اور انتہائی آسان زبان میں کہے گئے

ہیں اور یہ ذہن میں اتر جاتے ہیں لیکن ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ جناب کوثر شاہجہانپوری کے کلام میں غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کی چاشنی بھی جا بجا ملتی ہے اور غم جاناں اور غم دوراں کے اس حسین امتزاج نے جناب کوثر کو قدیم اور جدید رنگ کلام کا ترجمان بنا دیا ہے ان کے اشعار میں بھی اس حسن کی جھلک نظر آتی ہے:

ع جسم جمہور کو عریاں نہ کرو
ہم سے چھینو گے قبائیں کب تک

ع پتہ دیتی ہے مجھ کو دل کی دھڑکن
زمانہ ہو گیا ہے مجھ سے بدظن

ع یہ خون لالۂ و گل بے سبب نہیں کوثر
چمن کو لوٹ نہ لیں مل کے پاسبانِ چمن

غرضیکہ جناب کوثر شاہجہانپوری کے کلام میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھے شاعر اور سچے شاعر کی پہچان ہوتی ہیں اور پھر انھوں نے اپنی شعری تخلیقات میں مترنم اور متوازن بحروں کا انتخاب بھی کیا ہے جس سے ان کے کلام کی قدرت میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ وہ ایک لحاظ سے بڑے خوش قسمت ہیں کہ انھوں نے ایک علمی خانوادے میں آنکھ کھولی اور ایک فرمانبردار اور ہونہار فرزند اور شاگرد کی حیثیت سے اپنے بزرگوں اور استادوں سے اکتسابِ فیض بھی کیا لیکن تبصرہ نگاروں نے انھیں مشکل پسند شاعر بھی کہا ہے میرے خیال میں یہ بات درست نہیں۔ مشکل پسندی اور مشکل زمینوں میں طبع آزمائی تو ضرور ممکن ہے لیکن اس سے شعر اور افکار کی روح مجروح ہوتی ہے چونکہ جناب کوثر نے یہ راہ اختیار نہیں کی اس لئے انھیں اپنی نسل کا نمائندہ شاعر کہا جا سکتا ہے ان کے ہاں رنج و غم کا عنصر ضرور پایا جاتا ہے لیکن ان کے عزم و حوصلہ نے انھیں اپنے وقت کا صحیح ترجمان بنا دیا ہے وارداتِ قلبی کے اظہار اور جذبات و احساسات کی صحیح عکاسی نے انھیں زندگی اور عشق کی حقیقتوں سے بہت زیادہ قریب کر رکھا ہے ان کے ہاں ابد کا رنگ بھی ہے اور غم جاناں کے پہلو بہ پہلو غمِ دوراں کی چاشنی بھی ملتی ہے اور اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب کوثر کا عکسِ کوثر اردو ادب میں ایک بیش بہا اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اشتیاق اظہر

حکیم محمد سعید
HAKIM MOHAMMED SAID
HAMDARD MANZIL
KARACHI-5
(Pakistan)

Karachi Clinic 215908, Office 616001-5; Residence 410612
Telex 24529 HAMD PK
Lahore: Clinic 53819
Rawalpindi: Clinic 64338; Residence 43944
Peshawar: Clinic 74186; Residence 42303
Hyderabad: Clinic 31666

حوالہ نمبر: ذ / ت / 87 / 13238 کراچی : 17 / نومبر / 1987

مکرمی

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ،

آپ کی کتاب " عکس کوثر" موصول ہوئی میں اس ہدیہ علمی کے لئے آپ کا شکر گذار ہوں اور اپنے تاثرات مختصراً لکھ رہا ہوں۔ کوثر شاہجہانپوری صاحب اردو زبان وادب کے استاد اور بالطبع ایک شاعر ہیں۔ ان کی غزلیات، قطعات اور رباعیات کا مجموعہ " عکس کوثر" کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل سے انھیں ایک فطری تعلق ہے۔ تغزل ان کے مزاج کا حصہ ہے۔ ان کے طرز احساس کی صورت گری اردو غزل کی روایت کے سائے میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنا دامن ان تمام بدعتوں سے بچائے رکھا ہے جو آج کل جدیدیت کے نام سے بہت عام ہیں۔ وہ جدیدیت کے نہیں جدّت کے قائل ہیں۔ وہ اردو غزل کے عام موضوعات کو نئے انداز سے بیان کر کے جدت پیدا کرتے ہیں۔ طرز ادا کے اس ہنر کو مضمون آفرینی کہا جاتا ہے اور ہماری شعری روایت میں مضمون آفرینی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اردو غزل کے عام اور مقبول موضوعات کو اپنانے کے ساتھ ساتھ انھوں نے استعارے بھی وہی استعمال کئے ہیں جو ہماری شعری روایت کا حصہ ہیں لیکن ان استعارات میں نئے مفاہیم پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے جس سے نہ صرف تازگی کا احساس ہوتا ہے بلکہ جدت وندرت کا حق ادا ہو جاتا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہر طرف تیرگی مسلط تھی ہم اجالا کہاں کہاں کرتے
وہ غم نصیب کہاں جائے یہ بتا صیّاد جسے قفس میں بھی ہونے لگے گمان چمن
یہ تو ہے اور بات کہ ہے عادت سوال میں منتظر نہیں ہوں تمھارے جواب کا
راز طوفاں سے ہوا جب آشنا مجھ کو ہر طوفاں کنارا ہو گیا

ان اشعار میں جو استعارے صرف ہوئے ہیں وہ سب ہماری روایت کا حصہ ہیں لیکن کوثر صاحب نے ان میں سے ہر ایک استعارہ کو ایک نئی معنویت دے کر اپنے عہد کی بھرپور عکاسی کی ہے اور شاید شاعری کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ میں کوثر صاحب کو ان کے مجموعہ کلام کی اشاعت پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا اور اردو شاعری سے شغف رکھنے والوں کو ان کے کلام سے مستفید و مستفیض اور مسرور ومحظوظ ہونے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے گا۔

حکیم محمد سعید

جناب کوثر شاہجہانپوری صاحب
مکتبۂ کوثر، 117/16، ۵ ڈی نارتھ کراچی، کراچی نمبر 36

❁ شاعرخوش نوا ❁

رضاؔ شیرکوٹی عابدی مینائی

جانشین حضرت عابدؔ مینائی شاہجہانپوری

میں حضرت ظہیرالدین کوثرؔ شاہجہانپوری کو جاننے کی طرح جانتا ہوں۔ جنھوں نے بالغ نظری کا ثبوت دیا ہے کہ اپنے کلام میں عریاں گوئی سے یکسر چشم پوشی کی اور اکثر مجازی مضامین کو حقیقت کا لباس پہنایا۔ اسی معرفت نے ان کی شاعری کو عام سطح سے بلند کردیا اور اسی حکمت بیان نے ایسی شاعری کو اعجاز و الہام کو مرتبہ بخشا۔ آپ کا کلام سلیم المذاقی کا بہترین نمونہ ہے۔

حضرت ظہیرالدین کوثرؔ صاحب فنی رموز سے واقف ہیں لسانی نکات کے محرم ہیں۔ انسانی نفسیات کے ماہر، سنجیدہ مزاج، خوش مزاج اور خوش ذوق ہیں۔ آپ کے کلام بلاغت نظام میں میرؔ و غالبؔ و مومنؔ کا امتزاجی رنگ پایا جاتا ہے۔ میں نے اکثر خوشگو شعراء کا کلام سنا۔ اپنے اپنے رنگ میں پختہ پایا لیکن آپ ہر رنگ میں مشاق ہیں۔ آپ کا کلام تراکیب فارسی، رفعت تخیّل، جذبات کی فراوانی، فلسفیانہ حقائق اور حکیمانہ معارف سے لبریز ہے۔ یہ تمام خصوصیات جب ایک جگہ اعتدال کے ساتھ فراہم ہوجائیں تو پھر انکی اساتذہ کی صف میں شک کرنے کا کوکوئی محل نہیں رہ جاتا ہے۔ حضرت ظہیرالدین کوثرؔ صاحب اس کامیابیٔ کلام اور مقبولیتِ عام پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

خاکپائے شعراء

رضاؔ شیرکوٹی عابدی مینائی

کوثر کی فکر رسا

قمر ہاشمی
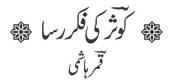
جناب کوثر شاہجہانپوری فاضلِ عصر محقق، نابغۂ روزگار، موّرخ اور مصنفِ کتبِ کثیرہ حضرت قاری بشیرالدین پنڈت ایم۔اے (علیگ) کے صاحب زادے اور ایک ذی علم، شاعر جناب یعقوب شاہجہانپوری کے برادر خورد ہیں۔ شاہ جہاں پور حضرت اسعد، حضرت دل اور حضرت سخا کے نادرہ کار ادبی کارناموں سے علم و ادب کا گہوارہ ہے۔ ہمارے عہد میں حُباب ترمذی اور شبنم رومانی اس شہر کی آبرو ہیں۔ روہیل کھنڈ کے حرّیت بدوشوں نے سعادت وشہادت کی جو ولولہ انگیز داستانیں اس خطّہ میں بکھیری ہیں ان کی تازہ کاری علم وادب کے میدانوں میں بھی محسوس ہوتی ہے اور یہ ساری کاوشیں جناب کوثر کے مطالعے سے گزر چکی ہیں لیکن ان مہتمم بالشان روایات کو وہ اپنے باشعور شاگردوں کے ذہنوں میں منتقل کر رہے ہیں' ان کا ذہن غزل کی معروف صنفِ سخن کو قبول کر چکا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مشقِ سخن کو غزل تک ہی محدود رکھیں گے' ہوسکتا ہے ان کا اشہبِ قلم کسی اور طرف مڑ جائے اور ان کی فکر رسا یہ کہہ اُٹھے:

"کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے"

'عکس کوثر' ان کی غزلوں اور قطعات کا پہلا مجموعہ ہے۔ تمام غزلیں سہلِ ممتنع کی اعلا مثال ہیں اور قطعات میں ان کا اپنا رنگ نمایاں ہے جس پر کسی دوسرے کی چھاپ نہیں ہے۔ کوثر صاحب کی غزلوں میں فکر کے بجائے ذکر کی شدّت ہے، میری مراد ہے ذکرِ یار سے۔ اس ذکر میں کہیں ہجر و وصل کی گھاتیں ہیں تو کہیں نیرنگئ زمانہ کی باتیں۔ غم والم کی پُرسوز فضا کہیں کہیں پپیہے کی ہوک بن جاتی ہے تمام غزلیں ہماری اردو شاعری کی بہترین روایات سے ہم آہنگ ہیں جن کے مطالعے سے یہ بہ خوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ جناب پروفیسر کوثر شاہجہانپوری نے اردو اور فارسی غزل کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور ان سے حسب ضرورت استفادہ بھی کیا ہے۔ ایک خاص بات جو "عکس کوثر" میں مجھے محسوس ہوئی وہ مسلم ثقافت اور اس کے دائرۂ کار کی لطافت ہے، ان کے اخلاق کی بلندی اور کردار کی پاکیزگی بھی میں نے بعض اشعار میں محسوس کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے مل کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ ان کی یہ پہلی کاوش ادبی حلقوں میں بار پائے اور وہ موجودہ فضا سے بددل نہ ہوں۔ کام کرنے والے "تعلقات عامہ" کی پُرفن کرشمہ کاری کو خاطر میں نہیں لاتے، تخلیقِ فن کے لئے "معتکفِ بیتِ حزن" رہتے ہیں۔

قمر ہاشمی

۹ نومبر ۱۹۸۷ء

کوثر شاہجہانپوری کا اندازِ سخن

نصیر کوٹی، (سابق ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ پرائمری اسکول)

پروفیسر ظہیر الدین کوثر، عکسِ کوثر کے بعد ارمغانِ سخن' کے نام سے اپنے مجموعۂ کلام کو منظر عام پر لے آئے ہیں اُن کے ذوقِ سخن' کے اسباب اور خاندانی تعلیمی وجاہت پر جناب اشتیاق اظہر اور جناب بہار شاہجہانپوری نے بدرجۂ اتم روشنی ڈالی ہے جس کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

ویسے تو موصوف ہر صنفِ سخن پر طبع آزمائی کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اُن کی محبوب صنف سخنِ غزل ہے۔ وہ غزل جو اپنی وسعت کے اعتبار سے روایاتی ڈھانچے کو توڑ کر تمام مسائلِ حیات کو اپنے اندر سمو چکی ہے اور جو اپنی رعنائیوں کی وجہ سے مقبول عام ہوتی جارہی ہے اس کے باوجود جدید انداز کی خرافات کو قبول کرنے سے ہنوز قاصر ہے۔ کوثر صاحب جدیدیت کے قائل ضرور ہیں لیکن وہ غزل کو اپنے اصل روپ ہی میں دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ غزل میں عشق کے مرتبہ ومقام سے متعلق اُن کے چند اشعار دیکھئے:

ے اپنی ناکامی پہ راہِ عشق میں
پھر ہوا دل مائلِ فریاد کیا

ے مجھ میں گویائی کی طاقت ہی نہیں
ہو بیاں اب عشق کی روداد کیا

ے مٹتے مٹتے مٹ گئے سارے وفاؤں کے نقوش
اک چراغ عشق میرے دل میں جلتا رہ گیا

ے دیکھئے تو جنون عشق مرا
زندگی کو سپردِ دار کیا

ے جنوں میں کر تو لئے تار جیب وداماں کے
کوئی بتائے کہ اب اور ہم کریں کیا کیا

ؔ وہاں وہاں کے در و بام جگمگا اٹھے
جہاں جہاں بھی تراذ کر ہم نے عام کیا

ان اشعار سے کوثؔر صاحب کے شعری قرینے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے چونکہ غزل ایک رنگا رنگ گلدستے کا نام ہے لہٰذا آیئے اب اُن کے دیگر رنگ کے چند اشعار بھی دیکھیں۔

ؔ بس ایک بار ہی اٹھ کر نگاہِ ساقی نے
خدا کا شکر مجھے بے نیازِ جام کیا

ؔ سب ہیں تخریبِ گلستاں میں برابر کے شریک
کس کو اچّھا ہم کہیں کوثؔر کہیں کس کو خراب

ؔ کیا خبر بے کسوں کی آہوں سے
یہ فضا گونجتی رہے کب تک

ؔ اپنے غم کا سنا کے افسانہ
میں نے محفل کو اشکبار کیا

ؔ زندگی اک فریب ہے یارو
تم نے کیوں اس پہ اعتبار کیا

ؔ کس طرح سے یہ عمر گذرے گی
دور منزل ہے اور سفر تنہا

ؔ سوچتا ہوں کہ مرا پائے جنوں اے کوثؔر
دشت و صحرا میں نہ ٹھہرا تو کدھر جائے گا

یہ ہیں کوثؔر صاحب کے وہ چند اشعار جن میں انھوں نے زندگی کے حقائق کو شاعری کے سانچے میں کس خوبصورتی سے ڈھالا ہے۔ عذوبتِ الفاظ بیان کی دلکشی، جذبے کی سچّائی اور فنّی در و بست کے اعتبار سے ارمغانِ سخن اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

نصیر کوٹی

۱۲ دسمبر ۲۰۰۲ء

رنگِ تغزل

سید فیض احمد فیضؔ بریلوی
(منشی فاضل)

پروفیسر کوثرؔ شاہجہانپوری کا ایک ایسے علمی خانوادے اور یوپی کے اس شہر سے تعلق ہے جہاں ادبا، شعراء، نقاد، ناول نگار، ڈرامہ نگار اور مورخین نے جنم لیا۔ کوثرؔ صاحب کو بچپن سے ایک اچھا خاصا ادبی وشعری ماحول ملا اور ان کی شاعری پروان چڑھی۔ آپ کو اصغر علی خان اصغرؔ جانشین حضرت امیر مینائی اور حضرت عابدؔ جانشین دلؔ شاہجہانپوری سے تلمذ حاصل رہا۔ پاکستان منتقل ہونے کے بعد آپ نے اسی ادبی وشعری ماحول کو اپنایا اور غزل ان کے مزاج کا ایک حصہ بن گئی۔

مجھے فخر ہے کہ کوثرؔ صاحب صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے انسان بھی ہیں۔ ان کے دل میں آج بھی آباؤ اجداد کی اعلیٰ قدروں کا پاس ہے، تہذیب و اخلاق اور خلوص ومحبت کا پیکر ہیں۔ شاعری کے حوالہ سے میں یہ کہوں گا کہ زندگی کے نشیب وفراز، زمانے کے انقلابات و حادثات اور واقعات سے بے حد متاثر ہوئے ہیں لیکن ایک شاعر کی حیثیت سے بڑی سچائی، دیانتداری اور انتہائی سنجیدگی کے ساتھ ادبی وشعری سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

کوثرؔ صاحب سے کافی عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی، یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ ان کا دوسرا مجموعۂ کلام "اَرمُغانِ سخن" طباعت کے مرحلے میں ہے اور یٰسین خاں بہارؔ شاہجہانپوری نے اس مجموعۂ کو ناقدانہ انداز سے دیکھا ہے اور تبصرہ بھی کیا ہے۔ کوثرؔ صاحب کا اصرار تھا کہ میں بھی اپنے تاثرات تحریر کروں۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلسل بیماری کی وجہ سے اس قابل نہیں اور نہ اتنی سکت ہے کہ زیادہ دیر بیٹھ کر لکھ سکوں یا کہیں آجا سکوں۔ پھر بھی کوثرؔ صاحب کے خلوص اور محبت کے پیشِ نظر "اَرمُغانِ سخن" پر ایک سرسری نظر ڈالی اور میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ کوثرؔ صاحب نے زندگی کے نت نئے تجربوں سے اپنی شاعری کے اسلوب میں ندرت پیدا کی ہے۔ فکرونظر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ زبان و بیان میں

سلاست، نئی علامتیں، نئے اشارے کنائے استعمال کر کے زندہ دل اور بیدار حس ہونے کا ثبوت دیا ہے۔اس تناظر میں چنداشعار ملاحظہ ہوں:

؎	زندگی اک فریب ہے یارو	تم نے کیوں اس پہ اعتبار کیا
؎	موجِ طوفاں سے کھیل کر ہم نے	اپنی کشتی کو غم کے پار کیا
؎	نفس نفس سے نمایاں ہیں درد کے آثار	فسانۂ غم ہستی رقم کریں کیا کیا
؎	یہ جب عقدہ کھلا کہ برق ان تنکوں کی دشمن ہے	بنایا بجلیوں کی زد پہ ہم نے آشیاں اپنا
؎	تعمیر و ترقی میں لہو جس نے دیا ہے	ہر لمحہ اسے اپنا وطن یاد رہے گا
؎	اے دلِ ناشاد کیوں کرتا ہے فکر آشیاں	چار تنکے جب ملیں گے آشیاں ہو جائے گا
؎	کارواں میں جو نہیں سنتے ہیں آواز جرس	دورِ حاضر میں ہمارے ہم سفر ایسے بھی ہیں
؎	وہ لوگ جو محروم ہیں کردار و عمل سے	ان لوگوں کا میں جوش بیاں دیکھ رہا ہوں
؎	یہاں بھی اس طرف بھی بجلیاں پیہم تڑپتی ہیں	خدا محفوظ رکھے چشم بد سے اس گلستاں کو
؎	ابھی راہِ سفر ہے سامنے منزل تو آنے دو	اڑے گی رخ سے خود گرد آہستہ آہستہ
؎	آج پھر دل میں ایک ہُوک اٹھی	آج پھر یاد رفتگاں آئی
؎	چراغِ فکر نیا جس کے دل میں جلتا ہے	بڑے خلوص بڑے عزم سے وہ چلتا ہے
؎	گوشہ گوشہ چمن کا ویراں ہے	ایسے جلوے لئے بہار آئی
؎	اب تو عہد رفتگاں بھی بھولتے جاتے ہیں	بس ہمارے ساتھ ان یادوں کا سایہ رہ گیا
؎	ہمارے دم سے قائم ہے بہاروں کا نظام اب تک	حقیقت میں ہمارا حق ہے اب صحنِ گلستاں پر
؎	نبضِ عالم پر رکھی رہتی ہیں جن کی انگلیاں	کچھ مسیحا وقت کے کچھ چارہ گر ایسے بھی ہیں

مذکورہ بالا اشعار کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوثرؔ صاحب کی شاعری غزلیہ شاعری ہے جس میں قدیم و جدید رنگ شاعری کا ایک حسین امتزاج ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام میں حسن وعشق کی رنگینیاں، رعنائیاں، عصر حاضر کے بدلتے ہوئے اطوار، درد، سوز، غم جاناں کی چاشنی، غم دوراں کی لذت، فلسفہ وحکمت، تصوف، درس جدوجہد، سبھی کچھ موجود ہے۔

مختصر یہ کہ کوثؔر صاحب کے کلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک کہنہ مشق شاعر کے یہاں ہونا چاہئے مجھے یقین ہے کہ آپکا یہ مجموعۂ بھی عکس کوثر کی طرح محکمۂ تعلیم حکومت سندھ کے تمام کالج لائبریریز کے لئے منظور ہوگا اور ادبی حلقوں میں مقبول ہوگا۔ میں اس دوسرے مجموعۂ کلام کی اشاعت پر انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ کوثؔر صاحب کا یہ تخلیقی سفر یوں ہی جاری رہے امید ہے کہ ان کا یہ مجموعۂ کلام غزل کے سرمائے میں ایک اضافہ ثابت ہوگا۔

سید فیض احمد فیضؔ بریلوی

۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء

نذرِ محبت

علامہ منصور احمد منصورؔ بجنوری

راہِ ادب کے رہبرِ کامل حضرتِ کوثرؔ ❁ جن کا چرچا منزل منزل حضرتِ کوثر

لکھا ہے تاریخِ ادب میں اہلِ قلم نے ❁ بحرِ لفظ و سخن کے ساحل حضرتِ کوثر

تزئینِ تقدیسِ غزل ہے آپکی ہستی ❁ اہلِ فکر و نظر کے حامل حضرتِ کوثرؔ

آپ سے ظاہر شانِ بشیریؔ عظمتِ انساں ❁ شفقتِ یعقوبیؔ کے حاصل حضرتِ کوثر

کرتی ہیں اعلان ہمیشہ آپکی غزلیں ❁ مونسِ حق اور دشمنِ باطل حضرتِ کوثر

ہند کو تم پہ ناز نہ ہو کیوں پاک میں جبکہ ❁ آپ کے نغمے گائیں عنادل حضرتِ کوثر

نظم و نثر مضمون نگاری آپ پہ نازاں ❁ صاحبِ عظمت صاحبِ محفل حضرتِ کوثر

لکھ ہی دیا منصورؔ قلم نے فرطِ خوشی میں ❁ دیکھا جب ہیں فن پہ مائل حضرتِ کوثر

☆☆☆

حمد باری تعالیٰ

رب کونین کو جہاں دیکھا ✿ اس کی رحمت کو بیکراں دیکھا

کیا بتاؤں تجھے کہاں دیکھا ✿ ذرے ذرے میں ضوفشاں دیکھا

تجھ کو جلوہ نما جہاں دیکھا ✿ سب کو تیرا ہی نغمہ خواں دیکھا

تیری عظمت کو کر لیا سجدہ ✿ میں نے تیرا جہاں نشاں دیکھا

جب بصیرت ملی نگاہوں کو ✿ میں نے دل میں تجھے نہاں دیکھا

دیکھ کر تیری کُل خدائی کو ✿ منکروں کو بھی بے زباں دیکھا

جس کو عرفاں ترا ہوا حاصل ✿ اس کو تیرا ہی مدح خواں دیکھا

تو ہی حاجت روا جہاں کا ہے ✿ سر پہ تیرا ہی سائباں دیکھا

نیک ہو، بد ہو یا کوئی منکر ✿ تجھ کو سب پر ہی مہرباں دیکھا

تیری عظمت پہ کیوں نہ ہوں قرباں ✿ تجھ کو پنہاں کبھی عیاں دیکھا

چشمِ بینا ملی تو اے کوثرؔ
اس کو پایا جہاں جہاں دیکھا

نعتِ رسول ﷺ

ہر سمت جہاں جو روشنی ہے ❁ صدقے میں نبی ﷺ کے یہ ملی ہے
وہ چشمِ کرم جدھر اٹھی ہے ❁ ہر بات وہیں سنور گئی ہے
عرفاں ہی عروجِ آدمی ہے ❁ جو کچھ ہے یہی تو آگہی ہے
ہیں آپ ہی رحمتِ مکمل ❁ یہ بات خدا نے خود کہی ہے
ہے آپ کی پھر ہمیں ضرورت ❁ امّت پہ بڑی کٹھن گھڑی ہے
دربارِ نبی ﷺ ہو اور میں ہوں ❁ یہ حاصلِ لطفِ بندگی ہے
تفسیرِ حیاتِ مصطفٰے ﷺ تو ❁ قرآن کی شکل میں ڈھلی ہے
ہے عشقِ رسول پاک دل میں ❁ لب پر مرے مدحتِ نبی ﷺ ہے
سینے پہ رقم ہے نامِ احمد ﷺ ❁ یہ ہی تو بنائے روشنی ہے
جب نامِ نبی ﷺ لبوں پہ آیا ❁ تسکینِ دل و جگر ہوئی ہے

سرکار کا یہ کرم ہے کوثرؔ
میں نے یہ نعت جو لکھی ہے

اے جنونِ عشق تو نے کیا کیا
حسن کو کس واسطے رسوا کیا

احترامِ حسن اس درجہ کیا
نقش پائے یار پر سجدہ کیا

سوچ کر عشق و محبت کا مآل
رات بھر دل اشک خوں رویا کیا

موجِ طوفاں سے ہوا جو آشنا
موج طوفاں ہی سے وہ کھیلا کیا

وہ خیالوں میں مرے آتے رہے
دل مرا اچھلا کیا ڈوبا کیا

آپ سے کوئی گلہ مجھ کو نہیں
میری حالت نے مجھے رسوا کیا

کھل گیا رازِ جنونِ عاشقی
عالم وحشت میں کوثر کیا کیا

☆☆☆

جن کو تلاش تھی تری تو نے انھیں بھلا دیا
جن کو طلب نہ تھی کوئی جلوہ انھیں دکھا دیا

آج تو حسنِ دوست نے بزم کو جگمگا دیا
عیشِ دوام دے دیا رنج والم مٹا دیا

جب بھی خیال تھا ترا اب بھی خیال ہے ترا
کون تجھے بھلا سکا کس نے تجھے بھلا دیا

میرے غم و ملال پر میرے شکستہ حال پر
ساز بھی مسکرا دیا سوز بھی مسکرا دیا

ایک ستم نصیب کا شغل رہا یہ عمر بھر
دیکھا جہاں انھیں کبھی دستِ دعا اُٹھا دیا

دیر و حرم میں پھر کبھی ہو گا نہ کوئی فاصلہ
پردہ حریم حُسن کا ہم نے اگر اُٹھا دیا

کانپ اٹھا ہے عرش بھی عشق کی کائنات پر
جب دلِ بیقرار نے دستِ دعا اٹھا دیا

کوئی بھی مطمئن نہیں کوثر حریم ناز میں
جس پہ ترا کرم ہوا بسمل اسے بنا دیا

☆☆☆

O

مشورہ دے گئے وہ مجھکو کہ 'ایسا کرنا'
دل میں جب آگ لگے اس کو بجھایا کرنا

جرم بخشے کہ نہ بخشے یہ ہے تیری مرضی
فطرتِ عشق ہے اظہار تمنا کرنا

فطرتِ حسن جو سمجھے تو کوئی کیا سمجھے
کبھی پردے کو اٹھانا کبھی پردا کرنا

شکوۂ جور نہ آیا کبھی میرے لب تک
'فطرتِ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا'

آج کیا بات ہے کیوں نظریں ہیں برہم برہم
یاد ہے مجھ کو ترا پردے سے دیکھا کرنا

کیوں ہوا آج تمھیں میری وفاؤں کا خیال
تم نے کیا چھوڑ دیا خونِ تمنا کرنا

بدگماں تم سے ہے معصوم ادا اے کوثرؔ
تم کو لازم نہ تھا اظہار تمنا کرنا

☆☆☆

○

کچھ تو الفت کا حق ادا ہوتا
ان کے قدموں پہ سر جھکا ہوتا

ہم نے گر ضبطِ غم کیا ہوتا
حالِ دل ان پہ آئنہ ہوتا

تیرا جو عکسِ رخ پڑا ہوتا
ذرہ ذرہ چمک گیا ہوتا

پرسشِ غم کو وہ ضرور آتے
پاس میرا اگر ذرا ہوتا

اک ذرا تم جو مسکرا دیتے
رنگ محفل بدل گیا ہوتا

میری کشتی بھنور میں کیوں پھنستی
عزم میرا جو ناخدا ہوتا

ہوتے طوفاں پسند جو کوثرؔ
دل بھی طوفان آشنا ہوتا

☆☆☆

○

جس کا گردش میں ستارا ہوگا

ہے یقیں غم کا وہ مارا ہوگا

اس کا ہر جور گوارا ہوگا

اتنا کہہ دے وہ ہمارا ہوگا

لالہ وگل مرے دم ساز بنیں

باغباں کو یہ گوارا ہوگا !

فصلِ گل آگئی اے اہلِ قفس

کس نے گلشن کو سنوارا ہوگا

بگڑی بن جائیگی میری کوثرؔ

جب بھی رحمت کا اشارا ہوگا

☆☆☆

میں نہ تھا تو میکدہ اجڑا ہوا سا رہ گیا
میرے غم میں دیدۂ ساغر چھلکتا رہ گیا

تیری یادوں کے دیئے دل کے لہو سے جب جلے
دل کا روشن زاویہ بن کر اجالا رہ گیا

اب تو عہدِ رفتگاں بھی بھولتے جاتے ہیں ہم
بس ہمارے ساتھ ان یادوں کا سایہ رہ گیا

مٹتے مٹتے مٹ گئے سارے وفاؤں کے نقوش
اک چراغِ عشق دل میں میرے جلتا رہ گیا

گردشِ حالات کے ایسے تھے پیچ وخم کہ بس
میں وفا کی رہگذاروں میں بھٹکتا رہ گیا

اس کو کب حاصل ہوئی ہے منزلِ علم ویقیں
قافلہ راہی ہوا رہرو جو سوتا رہ گیا

جس قدر باطل تصور تھے بالآخر مٹ گئے
اک تصور دل میں کوثرؔ بس خدا کا رہ گیا

☆☆☆

کر سکے گا اب مرا صیاد کیا
قید ہو گی فطرت آزاد کیا

مجھ میں گویائی کی قوت ہی نہیں
ہو بیاں اب عشق کی رُوداد کیا

خود بخود آنے لگی ہیں ہچکیاں
وہ ہمیں کرنے لگے ہیں یاد کیا

اپنی ناکامی پہ راہِ عشق میں
پھر ہوا دل مائلِ فریاد کیا

تم نے جب مجھ سے نگاہیں پھیر لیں
شاد ہو گا یہ دلِ ناشاد کیا

تیرے دیوانوں کو پھر وحشت ہوئی
پھر کریں گے دشت کو آباد کیا

کوثر ان کو برق جب چاہے جلائے
چار تنکوں کی بھلا بنیاد کیا

☆☆☆

حسن خود بیں نے بے قرار کیا
شدتِ غم سے ہمکنار کیا

زندگی اک فریب ہے یارو
تم نے کیوں اس پہ اعتبار کیا

دیکھئے تو جنونِ عشق مرا
زندگی کو سپرد دار کیا

ان کا وعدہ وفا ہوا نہ کبھی
پھر بھی وعدے کا اعتبار کیا

وہ نہ آئے تو شامِ غم میں نے
موت کا کتنا انتظار کیا

اپنے غم کا سنا کے افسانہ
میں نے محفل کو اشکبار کیا

موجِ طوفاں سے کھیل کر ہم نے
اپنی کشتی کو غم سے پار کیا

جوشِ وحشت میں بارہا کوثرؔ
جیب و داماں کو تار تار کیا

☆☆☆

○

میں رہا شام تا سحر تنہا
اپنی حالت سے بے خبر تنہا

داستاں غم کی کیا سنائیں ہم
کس طرح سے ہوئی گذر تنہا

کس طرح سے یہ عمر گذرے گی
دور منزل ہے اور سفر تنہا

اس کو پانے کی جستجو کی ہے
اور پھر وہ بھی عمر بھر تنہا

تو نے کوثرؔ تلاش میں کس کی
خاک چھانی ہے در بدر تنہا

☆☆☆

○

جو بھی آیا ہے وہ با دیدۂ تر جائے گا
ہاتھ ملتا ہوا دنیا سے گذر جائے گا

حسن اگر حدِ تغافل سے گذر جائے گا
وحشتِ دل میں نیا رنگ تو بھر جائے گا

میرے نالوں کا وہاں تک جو اثر جائے گا
تیر بن جائے گا سینے میں اتر جائے گا

پھونک کر گلشن ہستی یہ خیال آتا ہے
دل سے شعلہ جو اٹھے گا تو کدھر جائے گا

سوچتا ہوں کہ مرا پائے جنوں اے کوثرؔ
دشت و صحرا میں نہ ٹھہرا تو کدھر جائے گا

☆☆☆

○

ذرا آنکھوں سے دیکھیں آج وہ خونِ جگر ہونا
کہ شاید راس آ جائے انھیں رنگیں نظر ہونا

تلاش یار میں اب تو قدم بھی ڈگمگاتے ہیں
بہت دشوار ہے اس راہ سے اپنا سفر ہونا

جو اہل علم تھے ہوش و خرد کی جو علامت تھے
نہ راس آیا انھیں اس دور میں اہلِ نظر ہونا

کہاں تک تم مٹاؤ گے مرے نقش قدم آخر
کبھی تو رنگ لائے گا مرا گرمِ سفر ہونا

وہاں سے ان کی چشم جور نے لطف کرم بخشا
مری آہوں کو آیا تھا جہاں سے با اثر ہونا

وہ عالم آج بھی گویا متاعِ زیست ہے کوثرؔ
وہ ان کی اک نظر کا تیر پیوست جگر ہونا

☆☆☆

○

آپ ہی کا تھا انتظار گیا
ایک موسم تھا خوشگوار گیا

ایک دیوانہ یہ پکار گیا
جیتی بازی بھی میں تو ہار گیا

ہم تو بس ڈوبنے ہی والے تھے
ایک طوفاں ہمیں ابھار گیا

تھی تلاش اپنی ذات کی جس کو
وہ ہی دیوانہ سوئے دار گیا

تیری محفل میں بے قرار آیا
تیری محفل سے بے قرار گیا

میری مجبوریاں کوئی دیکھے
دل گیا میرا اختیار گیا

کب وہ آتا ہے لوٹ کر کوثرؔ
اس جہاں سے جو ایک بار گیا

☆☆☆

خیالوں کو پھر شوقِ پرواز دینا
" ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا "

مجھے یاد ہے مست نظروں سے ساقی
ترا جام دینا بصد ناز دینا

سدا دل میں رکھنا محبت کو پنہاں
کسی کو نہ اپنا کبھی راز دینا

تمھیں بھی تو وہ یاد ہوگا زمانہ
وہ عزت مجھے اور وہ اعزاز دینا

اگر کشتیٔ دل تلاطم سے گذرے
تو کوثرؔ کسی کو نہ آواز دینا

☆☆☆

دستِ جنوں کی کوشش بے باک دیکھنا
دامان ہوش ہوتا ہوا چاک دیکھنا

یہ بھی تو اک نوازش فصل بہار ہے
ہے تار تار جسم پہ پوشاک دیکھنا

رکھنا سنبھل کے اپنا قدم راہِ عشق میں
عرفاں کی منزلیں ہیں خطرناک دیکھنا

جو بھی حریفِ گردش آلام بن گیا
سینہ غموں سے اس کا ہوا پاک دیکھنا

منظر غم والم کا نہ کوثرؔ سے پوچھئے
اشکوں سے اک جہان ہے نمناک دیکھنا

☆☆☆

○

تلاشِ راہِ محبت میں ہم کریں کیا کیا
خدا ہی جانے یہ نقشِ قدم کریں کیا کیا

جنونِ عشق ہمیں یہ بھی مشورہ دے دے
تصورات کی دنیا میں ہم کریں کیا کیا

نفس نفس سے نمایاں ہیں درد کے آثار
فسانۂ غمِ ہستیٔ رقم کریں کیا کیا

خدا ہی جانے کہ مجھ سے رہِ وفا میں سلوک
مرے عزیز مرے محترم کریں کیا کیا

جنوں میں کرتو لئے تار جیب و داماں کے
کوئی بتائے کہ اب اور ہم کریں کیا کیا

تمھارا حسن، تمھاری ادا، تمھاری یاد
بتاؤ اور سپردِ قلم کریں کیا کیا

یہ کائنات یہ حسن و جمال اے کوثرؔ
مآلِ لغزشِ آدم رقم کریں کیا کیا

جفا و جور رہے جب ان کا مشغلہ کوثرؔ
تو ان سے اور امید کرم کریں کیا کیا

☆☆☆

بحمد اللہ قریب سنگِ در نکلا ہے دم میرا
مبدل ہو گیا عیش و طرب سے رنج و غم میرا

کہاں تک اور کب تک امتحاں اہلِ محبت کا
بدل دے شادمانی سے الٰہی دورِ غم میرا

جو ہیں اہلِ نظر وقعت سمجھتے ہیں مرے دل کی
یہی ہے آئنہ میرا یہی ہے جامِ جم میرا

مہ و خورشید بھی آ کر جہاں پر سر جھکاتے ہیں
وہ ہے نقشِ قدم تیرا کہ ہے نقشِ قدم میرا

زباں تک آ گئے ناکامیٔ تقدیر کے شکوے
مری آہ فغاں سے کھل گیا سارا بھرم میرا

اثر سے آشنا ہیں نالہائے دل محبت میں
سر منزل ہے اے جوشِ جنوں شاید قدم میرا

مجھے اب مہرباں کوثرؔ نظر آتی ہیں وہ نظریں
مسرت سے بدلنے کو ہے شاید جوشِ غم میرا

☆☆☆

وہ باغباں ہے کہ جس نے یہ اہتمام کیا
چمن جلا دیا مجھ کو اسیرِ دام کیا

بس ایک بار ہی اٹھ کر نگاہِ ساقی نے
خدا کا شکر مجھے بے نیاز جام کیا

ستم ظریفیٔ صیاد' الاماں' توبہ
بھری بہار میں مجھ کو اسیرِ دام کیا

وہاں وہاں کے در و بام جگمگا اٹھے
جہاں جہاں بھی تر اذکر ہم نے عام کیا

رہِ حیات میں ایسے بہت مقام آئے
کہ حادثات نے بڑھ کر مجھے سلام کیا

تھا انتظارِ بہار اں مجھے مگر کوثرؔ
بہار آئی تو مجھ کو اسیرِ دام کیا

☆☆☆

نہ کوئی راز داں اپنا نہ کوئی مہرباں اپنا
زمیں اپنی مخالف اور دشمن آسماں اپنا

کہیں تو کیا کہیں افسانۂ ناکامیٔ قسمت
سرِ منزل پہنچ کر لٹ گیا ہے کارواں اپنا

کسی معصوم فطرت سے نگاہوں کے تصادم میں
مٹایا اپنے ہاتھوں آپ ہی نام ونشاں اپنا

گوارا ہے مجھے اب ہر خلش رنجِ محبت کی
اسی باعث مصیبت میں بھی دل ہے شادماں اپنا

نہ حسرت ہے کوئی باقی نہ دل میں کوئی ارماں ہے
فقط اتنی تمنا ہے بنے وہ مہرباں اپنا

سنائیں ہم کسے ناکامیٔ تقدیر کا قصہ
نہ کوئی دوست ہے اپنا نہ کوئی راز داں اپنا

یہ جب عقدہ کھلا کہ برق ان تنکوں کی دشمن ہے
بنایا بجلیوں کی زد پہ ہم نے آشیاں اپنا

نہیں کوثرؔ رہا باقی ہمیں غم برق و باراں کا
کہ اپنے ہاتھ سے پھونکا ہے ہم نے آشیاں اپنا

☆☆☆

لاکھ پردوں میں نہاں جلوۂ جاناں ہوگا
مثلِ خورشید مگر حسن فروزاں ہوگا

ایک سیلاب اجالوں کا نمایاں ہوگا
دل کے داغوں سے مرے ایسا چراغاں ہوگا

تو حقیقت میں مرے قربِ رگِ جاں ہوگا
موجزن دل میں اگر عشق کا طوفاں ہوگا

باغباں دشمنِ گل' برق کی یورش' صیاد
اس طرح خاک یہ تعمیر گلستاں ہوگا

آشیاں ہوگا نہ میرا جو سرِ شاخِ چمن
ظلمتوں کی یہ گھٹا اور نہ طوفاں ہوگا

جب بہار آئے گی گلشن کی فضا مہکے گی
کیا مقدر میں مرے صحن گلستاں ہوگا!

چارہ گر چارہ گری سے ہی گریزاں ہو جائے
پھر بھلا کیا دلِ بیمار کا درماں ہوگا

آ بھی جاؤ کبھی تجدیدِ محبت کرنے
یہ مرے حال پہ اک اور بھی احساں ہوگا

اس خرابے کی فضا میں جو سکوں ملتا ہے
دشت میں ایسا نہ تسکین کا ساماں ہوگا

طور پر حضرت موسیٰ یہ نہیں ضد اچھی
لن ترانی میں کوئی بھید تو پنہاں ہوگا

میں تو یہ سوچ کے شکوہ نہیں کرتا کوثرؔ
ظلم اور جور پہ اپنے وہ پشیماں ہوگا

اہلِ گلشن کو یہ اندازہ نہیں ہے کوثرؔ
کتنا رنگین مرے خوں سے گلستاں ہوگا

☆☆☆

○

بھرپور بہاروں کا چمن یاد رہے گا
ہر گام پہ وہ جلوہ فگن یاد رہے گا

ہر لمحہ ہمیں عہد کہن یاد رہے گا
کیا کیا تھی گلستاں کی پھبن یاد رہے گا

تعمیر و ترقی میں لہو جس نے دیا ہے
ہر لمحہ اسے اپنا وطن یاد رہے گا

ہم چاند ہیں، سورج ہیں، ستاروں کی ضیا ہیں
ہم سے ہے اجالوں کا چلن یاد رہے گا

تسکینِ دل و جاں ہے وہ تسکینِ نظر ہے
ہر نقش حسیں نقش کہن یاد رہے گا

جو تیرے تعلق سے ملا ہے مرے دل کو
وہ رنج و الم، کرب و محن یاد رہے گا

کب دامنِ ہستی میں مرے پھول سجے تھے
کب بدلا بہاروں نے چلن یاد رہے گا

اشعار میں کوثرؔ یہ سلاست یہ روانی
محفل کو یہ اندازِ سخن یاد رہے گا

☆☆☆

○

جب وہ آئے گا تو رازِ دل عیاں ہو جائے گا
رنگ رخ خود ہی پکارے گا زباں ہو جائے گا

ان کا اندازِ تغافل گر تسلسل سے رہا
بالیقیں میری وفا کا امتحاں ہو جائے گا

وہ نگاہِ لطف سے دیکھیں گے محفل میں اگر
جو دلِ ناشاد ماں ہے، شادماں ہو جائے گا

اے دلِ بیتاب کیا تجھ کو نہیں اتنی خبر
تیرے اس انداز سے وہ بدگماں ہو جائے گا

اے دلِ ناشاد کیوں کرتا ہے فکرِ آشیاں
چار تنکے جب ملیں گے آشیاں ہو جائے گا

ہم جہاں بھی سر جھکا دیں گے بہ اندازِ خلوص
اس جگہ کا ذرہ ذرہ آستاں ہو جائے گا

ذوقِ سجدہ کا یہی عالم رہا تو سر مرا
سجدے کرتے کرتے جزوِ آستاں ہو جائے گا

ایک وہ بھی وقت آئے گا محبت میں کہ جب
تذکرہ کوثرؔ کا ان کی داستاں ہو جائے گا

☆☆☆

پھر آ گیا ہے اب وہ زمانہ بہار کا
جاگے گا جب نصیب گریباں کے تار کا

انداز نطق تھا لبِ خاموش سے عیاں
عالم مری نظر میں ہے تصویر یار کا

ناکامیٔ نصیب سہی پھر بھی خوش ہوں میں
تیری نظر نے درس دیا انتظار کا

ہم ہیں کبھی زمیں پہ کبھی آسمان پر
کیا حال پوچھتے ہو دلِ بیقرار کا

پہونچی ہے ان حدوں میں مری بیخودیٔ شوق
اب دیکھنا محال ہے تصویر یار کا

کھنچ کھنچ کے آج دم مری آنکھوں میں آ گیا
اللہ رے اضطراب ترے انتظار کا

رونا پڑے گا کوثرؔ ناکام حشر تک
امکاں نہیں ہے کوئی بھی اب دیدیار کا

☆☆☆

گلوں کے سینے سے شعلہ اٹھا تو کیا ہوگا
بھری بہار میں گلشن جلا تو کیا ہو گا

نگاہِ شوخ کو روکو ذرا خدا کے لئے
اگر نظر کا تصادم ہوا تو کیا ہو گا

بلا سے ہوں وہ خفا اس کا غم نہیں مجھ کو
مگر خدا جو خفا ہو گیا تو کیا ہو گا

قفس نصیب تجھے ہے یہ غم تعجب ہے
بہار رہی میں گلستاں جلا تو کیا ہو گا

مسرتوں کے تمنائی یہ بھی سوچ کبھی
خوشی کے بدلے تجھے غم ملا تو کیا ہو گا

دعا کے بعد یہ اکثر خیال آتا ہے
قبول ہوگئی میری دعا تو کیا ہو گا

نہ خوش ہو وعدۂ فردا پہ اس قدر کوثرؔ
ہوا اگر نہ یہ وعدہ وفا تو کیا ہو گا

☆☆☆

اشک آنکھوں سے بہائے حسن بھی رسوا ہوا
اے دلِ ناکام تو نے کیا کیا یہ کیا ہوا

ناشکیبائی سے جب بھی عشق کا چرچا ہوا
عشق بھی رسوا ہوا اور حسن بھی رسوا ہوا

سنگِ در جب سامنے آیا ہوا بے تاب دل
شدتِ جذبات سے تو بار ہا ایسا ہوا

پھر نشیمن پھونک ڈالا تو نے میرا باغباں
پھر ترے جور و ستم کا ہر طرف چرچا ہوا

صرف کوثرؔ اُن نگاہوں کے بدل جانے کے بعد
دیکھتا ہوں میں زمیں بدلی فلک بدلا ہوا

☆☆☆

جو بھی حسنِ خیال تک پہنچا
جلوہَ بے مثال تک پہنچا

بے خودی میں جو ہو گیا سجدہ
وہ ہی اوجِ کمال تک پہونچا

جس نے اسرار بے بندگی سمجھے
بس وہ تیرے جمال تک پہونچا

خالی دامن کی آبرو رکھنے
کون دستِ سوال تک پہونچا

انجمن میں ہے دھوم کوثر کی
شعر وفن کے کمال تک پہونچا

☆☆☆

ہم نے دنیا میں یہی ایک تماشا دیکھا
کوئی ہنستا ہوا دیکھا کوئی روتا دیکھا

اپنی جب چشمِ حقیقت کو کبھی وا دیکھا
ایک اک شے سے نمایاں ترا جلوہ دیکھا

کیا سکوں ملتا ہمیں راہِ وفا میں یارو
جب غمِ عشق کو ہر حال میں رسوا دیکھا

ہم کو ساحل پہ بھی طوفانِ بلا خیز ملے
جب بھی طوفان سے نکلے یہ تماشا دیکھا

دم بخود بھی ہے وہی غرقِ تحیر بھی وہی
جلوہ حسن کا جس جس نے تماشا دیکھا

پھول تو پھول تھے کانٹوں سے مراسم نکلے
تیرے دیوانے کا دامن کہاں الجھا' دیکھا!

اے مسیحا تری کاوش پہ ہنسی آتی ہے
تیرا بیمار کسی دن بھی نہ اچھا دیکھا

تھے یگانوں میں بھی بیگانہ روی کے پہلو
میں نے حالات کا بدلا ہوا نقشہ دیکھا

اک اندھیرے کا سماں تھا مرے گھر میں کوثرؔ
جب نقاب اس نے اٹھایا تو اجالا دیکھا

☆☆☆

○

بزمِ شعور و ہوش میں جن سے جدا نہ تھا
ان کے لبوں پہ آج مرا تذکرہ نہ تھا

ہر سمت دیکھتا رہا سب کی نگاہ کو
اس شہر اجنبی میں کوئی آشنا نہ تھا

کس درجہ اضطراب تھا کیا کیا تھا شوق دید
پردہ حریم حسن کا جب تک اٹھا نہ تھا

دیوانگی میں دشت کا کانٹا بھی تھا حسیں
دامن سے اہل ہوش کے جب آشنا نہ تھا

اہل شعور عشق ہی تکمیل کر گئے
دنیائے رنگ و بو کا یہ سودا برا نہ تھا

کیا کرتا تیرگی میں اجالوں کی کوئی بات
اتنے بڑے نگر میں کوئی آشنا نہ تھا

افسانۂ حیات بھی ان سے نہ کہہ سکا
مانا کہ انجمن میں کوئی دوسرا نہ تھا

ساری ہی کائنات شریک فغاں رہی
ایسا سکوں تو ہجر میں ہم کو ملا نہ تھا

یہ بھی شعورِ رہبرِ منزل کی بات ہے
منزل اسے ملی کہ جسے آسرا نہ تھا

ہر موسمِ بہار میں کھاتا رہا فریب
میں نظمِ گلستاں سے کبھی آشنا نہ تھا

ترکِ تعلقات سے گھبرا رہا ہے دل
میں سوچتا ہوں یہ کبھی تنہا رہا نہ تھا

اس کو سرور و کیف کے ساغر نہ مل سکے
کوثرؔ نگاہِ یار سے جو آشنا نہ تھا

☆☆☆

وفورِ سوزِ غم میں ہر نفس جلتا نہیں رہتا
خیالِ حسنِ جاناں میں بھی دل الجھا نہیں رہتا

فضائے دہر کی تو گردشوں سے کیوں پریشاں ہے
چمن میں پھول کھلتا ہے مگر ویسا نہیں رہتا

ہمیں معلوم ہے منزل نشیں ہو کر زمانے میں
کسی انسان میں تحریک کا جذبہ نہیں رہتا

محبت میں صداقت ہو، اگر دل میں تصور ہو
محبّ محبوب میں حائل کوئی پردہ نہیں رہتا

عجب بے کیف دیکھا ہے حریم حسن کا منظر
اگر گردش میں جام و ساغر و مینا نہیں رہتا

تغافل آشنا نظریں جسے اپنا کہیں کوثرؔ
وہ انداز محبت میں کبھی تنہا نہیں رہتا

☆☆☆

رنگ لایا ہے مرا ذوقِ طلب
آ رہے ہیں آج وہ خندہ بلب

زیست کے انجام پر رکھو نظر
چھوڑ کر ہر محفلِ عیش و طرب

اک ذرا سی بات پر یہ برہمی
کس قدر تھرا رہے ہیں تیرے لب

ہے اسی کا نام اے دل انقلاب
باادب بھی بن گئے ہیں بے ادب

اب نہ پوچھو ہے کہاں منزل مری
ہو گیا حد سے سوا ذوقِ طلب

حسن نے میرا کیا ہے انتخاب
عشق نے تم کو کیا ہے منتخب

کچھ سبب ہوتا ہے اے کوثرؔ ضرور
برہمی ہوتی نہیں ہے بے سبب

☆☆☆

امتیازِ حق و باطل میں کروں گا بے نقاب
میں نے دیکھے ہیں زمانے کے بہت سے انقلاب

جن کا مسلک ہے فقط اک جلوۂ دیدارِ دوست
ایسے ہی اہلِ محبت عشق میں ہیں کامیاب

جس قدر بھی حسنِ دلکش نے دیئے رنگیں فریب
میرے ذوقِ دید کا بڑھتا گیا اتنا شباب

سوچتے ہیں اہل گلشن کیا کہیں کیوں اُڑ گیا
ہاتھ سے رنگِ حنا چہرے سے وہ رنگِ گلاب

پھر نہ پوشیدہ رہے گی چاک دامانی مری
بڑھ گیا حد سے اگر دستِ جنوں کا اضطراب

لوگ جس آزادئی نسواں کے ہیں نغمہ سرا
وہ فریبِ کیف و مستی کی ہے اک رنگیں کتاب

مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے
کیا دیا ہے اہل مشرق کو کبھی سوچا جناب

سب ہیں تخریبِ گلستاں میں برابر کے شریک
کس کو اچھا ہم کہیں کو ثر کہیں کس کو خراب

☆☆☆

ساتھ لے کر مری آہوں کے شرر جائے گی رات
ان کی محفل میں اجالا آج کر جائے گی رات

کیا خبر تھی دل پہ ایسا وار کر جائے گی رات
جب سحر ہو گی تو دل کے زخم بھر جائے گی رات

خود بخود ہو گی نمایاں اک کرن خورشید کی
جاتے جاتے روشنی دے کر، مگر جائے گی رات

گردشِ دوراں اگر یوں ہی رہی گرم سفر
اس چمن سے بن کے اک وجہ سحر جائے گی رات

صبح کا دامن کبھی تو چاک ہو گا دوستو
انتظارِ دوست میں آخر گذر جائے گی رات

آپ کے جلووں سے بڑھ جائے گا حسنِ کائنات
جگمگائیں گے ستارے اور نکھر جائے گی رات

مے کشی پر طنز ہے کوثرؔ بہ ایمائے غزل
خشک ہونٹوں سے اگر پیاسی گذر جائے گی رات

☆☆☆

دے گئے ہیں دل کو میرے غم کے نذرانے بہت
وہ جو تھے کچھ لوگ میرے جانے پہچانے بہت

کس طرح چھوڑیں گے دامن ہم غم و آلام کا
تیری فرقت نے دئے ہیں غم کے نذرانے بہت

شدتِ جذبات کی جولانیاں بڑھتی رہیں
دور رہ کر بھی بنے ہیں اپنے افسانے بہت

مجھ کو نظروں نے دئے کیا کیا فریبِ آگہی
اس ہجومِ زندگی میں چہرے پہچانے بہت

دیکھئے تو غور سے اہل جنوں کی وسعتیں
پھر نہ پائیں گے کبھی ہم ایسے دیوانے بہت

میکدہ کا میکدہ پی جائیں گے اہل ہوس
ہو حقیقی رند تو دو ایک پیمانے بہت

آج پھر بزم نگاراں ہے فروزاں شام سے
جان دینے پھر چلے آئیں گے پروانے بہت

سنگ ریزوں میں چمک پھر آ گئی ہے دوستو
شہر میں تعمیر ہیں اب آئنہ خانے بہت

شغلِ توبہ بھی سلامت ہے سلامت مے کشی
ہیں نگاہِ ساقئ مہ وش میں پیمانے بہت

کس ادا سے اس نے کوثر بلایا بزم میں
سوزِ غم سے دل گرفتہ دیکھے دیوانے بہت

☆☆☆

میں جو تھا اک سراب کی صورت
گم ہوا ہوں حباب کی صورت

زندگانی کی تلخیاں ہمدم
بن گئی ہیں عذاب کی صورت

اللہ اللہ یہ برہمی ان کی
ہو گئے ہیں گلاب کی صورت

تیرے جلووں سے چارسُو پھیلی
روشنی آفتاب کی صورت

ان کے تیرِ نظر کا کیا کہنا
زخمِ دل ہے گلاب کی صورت

آرزو ہے نہ کوئی حسرت ہے
پھر ہے کیوں اضطراب کی صورت

میں نے اپنی یہ عمر اے کوثرؔ
کاٹ دی پیچ و تاب کی صورت

☆☆☆

ذہن میں انتشار کا باعث
بن گیا انتظار کا باعث

دل میں ارماں کے پھول کھلتے ہیں
آپ ہیں اس بہار کا باعث

ان نگاہوں کا یہ کرشمہ ہے
مے نہیں ہے خمار کا باعث

دستِ وحشت کا ماحصل ہوگا
جیب و داماں کے تار کا باعث

آج ہوش و خرد کی وادی میں
کیا ہے سوچو غبار کا باعث

زندگی کے نقوش بنتے ہیں
جاوداں حسنِ یار کا باعث

ان کا لطفِ کرم ہے اے کوثرؔ
دل کے صبر و قرار کا باعث

☆☆☆

خانۂ ویراں تھا اک دشت و بیاباں کی طرح
اپنا گھر سمجھے تھے جو قصرِ سلیماںؑ کی طرح

ہے بلندی ساتھ میرے چرخِ دوراں کی طرح
دیکھتی ہیں پستیاں چشمِ حریفاں کی طرح

کچھ نہ پوچھو حالِ زارِ رنگ و بوئے گلستاں
پھول کی ہر پنکھڑی ہے چاک داماں کی طرح

کیا سکوں اس کو ملے گا ان بہاروں سے کبھی
جس کا دل ویران ہو شہرِ خموشاں کی طرح

عشق کے جو داغ ہیں وہ آج تک رنگین ہیں
دیکھنے والوں کو لگتے ہیں گلستاں کی طرح

ختم ہو جاتی ہے غنچہ کی وہیں پر زندگی
پھول بن جاتا ہے جب وہ چاک داماں کی طرح

اے فلک کیا اور ہوگا کچھ ستم مجھ پر ابھی
خاک اڑتی ہے مرے گھر میں بیاباں کی طرح

آئنہ خانہ ہے دنیا اس میں انسانوں کے روپ
دیکھتا رہتا ہوں میں بھی چشمِ حیراں کی طرح

کون روکے گا بڑھے گا جس گھڑی دستِ اجل
چاک ہو گا دامنِ ہستی گریباں کی طرح

اس جہاں میں دیکھ کر حد سے سوا کچھ تیرگی
میرا دل روشن رہا ان کے شبستاں کی طرح

زندگی بھر میں خوشی سے اشکِ غم پیتا رہا
شغل میرا یہ رہا ہے شغلِ رنداں کی طرح

اس کو تاریخِ گلستاں نے دیا کوثرؔ خراج
جو درِ زنداں سے نکلا پا بہ جولاں کی طرح

☆☆☆

ہر گوشۂ حیات ہے ویراں ترے بغیر
سُونا پڑا ہے دل کا گلستاں ترے بغیر

اب تابِ انتظار نہیں چشمِ شوق کو
بے کیف سی ہے فصلِ بہاراں ترے بغیر

غنچے اداس اداس ہیں گل چاک پیرہن
افسردہ ہے فضائے گُلِستاں ترے بغیر

کب تک یہ امتحانِ وفا اے ستم شعار
پھرتا ہے کوئی چاک گریباں ترے بغیر

اب تابِ انتظار نہیں اس کو عشق میں
کوثرؔ ترا ہے آج پریشاں ترے بغیر

☆☆☆

نظر اٹھتی نہیں رعنائیِ حسنِ گلستاں پر
ہزاروں حسرتیں قربان تیرے روئے خنداں پر

گلستاں میں دھرا کیا تھا وہاں تو خاک اُڑتی تھی
عنایت ہے ترے حسنِ تبسم کی گلستاں پر

یہ بیدادِ مسلسل، یہ دل آزاری معاذ اللہ
مناسب کب ہے جورِ ناروا انساں کو انساں پر

ترے جلووں کے آگے کیا حقیقت ماہ انجم کی
ترے انوار ہیں چھائے ہوئے اس بزمِ امکاں پر

بہاروں کو تمھارے جلوۂ رنگیں سے کیا نسبت
بہاریں خود تصدق ہیں تمھارے روئے تاباں پر

ہمارے دم سے قائم ہے بہاروں کا نظام اب تک
حقیقت میں ہمارا حق ہے اب صحنِ گلستاں پر

چھپایا تیری بخشش نے مجھے دامانِ رحمت میں
تصدق سَو بہاریں اک بہارِ داغ عصیاں پر

بحمد اللہ یکساں ہے ہمارا ظاہر و باطن
جگر ٹکڑے ہوا تب ہاتھ ڈالا ہے گریباں پر

قفس میں آشیاں کی یاد آتی ہے مجھے کوثر
کہ جب بجلی چمکتی دیکھ لیتا ہوں گلستاں پر

☆☆☆

ترکِ الفت کے لئے اے دل کبھی سوچا نہ کر
آپ بھی رسوا نہ ہو ہم کو بھی تو رسوا نہ کر

تجھ سے موسیٰؑ کی طرح منصور بھی ہے ہمکلام
اب انا الحق کہنے والے سے کوئی پردا نہ کر

اے زلیخا چاہتا ہے یہ تقدس عشق کا
مصر کے بازار میں یوسفؑ کا تو سودا نہ کر

روشنی دینے لگا ہے ایک اک داغِ جگر
مشورہ یہ ہے کہ اب تو زحمتِ جلوہ نہ کر

وہ تو کوثرؔ کائناتِ عاشقی کی زیست ہے
اب عروسِ شام کا تو اس قدر چرچا نہ کر

☆☆☆

تیرا شیریں کلام ہے کوثر ✿ شاعری اس کا نام ہے کوثر

میری نظروں میں میرے ساقی کا ✿ کس قدر احترام ہے کوثر

کون آئے گا صحنِ گلشن میں ✿ کس کا یہ اہتمام ہے کوثر

ہم میں ذوقِ نظر نہیں ورنہ ✿ اس کا جلوہ تو عام ہے کوثر

نظمِ گلشن کی فکر میں ناظم ✿ مضطرب صبح و شام ہے کوثر

لوگ پتھر بھی پوجتے ہیں یہاں ✿ عشق کا اک مقام ہے کوثر

اس سے پہلے کہ گھپ اندھیرا ہو ✿ گھر چلو وقتِ شام ہے کوثر

دن کے جاں سوز اضطراب کے بعد ✿ بیقراری کی شام ہے کوثر

جس نے سمجھا ہے رازِ ہستی کو ✿ بس وہی شاد کام ہے کوثر

راہِ ہستی نکھارتے جاؤ

زیست اس کا ہی نام ہے کوثر

☆☆☆

اے صبا تو ہی بتا دے کیا ہے وجہِ انبساط
ہم نہ سمجھے خار و گل میں کیوں ہے اتنا ارتباط

درد کی تصویر میں عکسِ جمالِ یار ہے
احتیاط اے جذبۂ سوز دروں ہاں احتیاط

ہم سے اور ترکِ تعلق یہ کبھی ممکن نہیں
ہے ہمارے دم سے قائم راہ و رسمِ ارتباط

پھر عطا کیجئے ہمیں کچھ کائناتِ غم حضور
ہو مبارک آپ کو منزل بہ منزل انبساط

چھیڑئے پھر چھیڑئے اس میرے دل کے ساز کو
اس میں وحشت کی خوشی ہے اور جنوں کا انبساط

ہر طرف اک تشنگی ہر سمت کوثر اک فریب
آدمی کے یہ چلن ہیں زندگی کا انحطاط

☆☆☆

○

شمع محفل جلی رہے کب تک
دیکھئے روشنی رہے کب تک

دورِ حاضر کے آبگینے میں
تلخئ مے بھری رہے کب تک

دل کے آنگن میں ان کے یادوں کی
دیکھئے چاندنی رہے کب تک

ان کے جلوے کے عکس سے دیکھیں
آئنہ حیرتی رہے کب تک

وہ تصور میں کارفرما ہوں
یوں نظر ڈھونڈتی رہے کب تک

کیا خبر بےکسوں کی آہوں سے
یہ فضا گونجتی رہے کب تک

ہر قدم پر فریب کھا کر بھی
دوست سے دوستی رہے کب تک

ذاتیاتی حصار میں کوثرؔ
آدمیت پھنسی رہے کب تک

☆☆☆

○

گیسو تمھارے رخ کے سنوارا کریں گے ہم
دنیائے رنگ و بو کو نکھارا کریں گے ہم

اس تیرگیٔ شب کا یہی اک علاج ہے
ساغر میں آفتاب اتارا کریں گے ہم

سمجھا ہے ہم نے رازِ محبت کا ہر فروغ
جو غم ملے گا دل کو گوارا کریں گے ہم

جس زندگی کو ان کا تقرب نہیں رہا
اس زندگی کو کیسے سنوارا کریں گے ہم

کتنے عظیم لوگ جہاں سے گذر گئے
عظمت کو ان کی روز پکارا کریں گے ہم

طوفاں میں ناخدا کا بھروسہ نہیں ہمیں
طوفاں میں بھی خدا کو پکارا کریں گے ہم

کوثرؔ سکونِ دل کے لئے راہِ عشق میں
ہر ہر قدم پہ ان کو پکارا کریں گے ہم

☆☆☆

○

کیسے گذرے ہے مری شام تمھیں کیا معلوم
کیا ہوا اس کرب کا انجام تمھیں کیا معلوم

ہمسفر ہیں مرے آلام تمھیں کیا معلوم
ساتھ ہے گردشِ اَیّام تمھیں کیا معلوم

میکدے میں مری تقدیر رہی ہے رقصاں
ہر اجالا ہے مرے نام تمھیں کیا معلوم

کب ملی درد سے فرصت کوئی ہم سے پوچھے
کب ملا قلب کو آرام تمھیں کیا معلوم

ذوقِ منزل تھا فزوں راستے مسدود نہ تھے
جستجو کیوں ہوئی ناکام تمھیں کیا معلوم

کس نے تعمیر کیا اپنے لہو سے گلشن
کس نے پایا یہاں انعام تمھیں کیا معلوم

ہم نے ہی یہ میکدہ تعمیر کیا ہے کوثرؔ
ہم پہ اب آتے ہیں الزام تمھیں کیا معلوم

☆☆☆

○

عشق میں تیرے اب جہاں ہیں ہم
اپنی ہستی سے سرگراں ہیں ہم

خاکساری نے یہ دیا ہے عروج
کس بلندی پہ آسماں ہیں ہم

آپ کا وہ بھی آپ سے شکوہ
بے ادب اس قدر کہاں ہیں ہم

باوفا آپ نے کہا ہم کو
اس لئے آج شادماں ہیں ہم

چپ ہیں جور و جفا پہ اے کوثؔر
دیکھئے کتنے بے زباں ہیں ہم

☆☆☆

خونِ دل خونِ جگر اپنا کیا ہے برسوں
تب گلستاں کو نیا رنگ دیا ہے برسوں

رُوبرو میرے وہ آئینہ رہا ہے برسوں
اپنا چہرہ ہی بصد شوق تکا ہے برسوں

ہر نفس روح رواں کون رہا ہے برسوں
زیست کو حوصلہ یہ کس نے دیا ہے برسوں

میرے عالم پہ مرا ذوق ہنسا ہے برسوں
میرا سایہ بھی جدا مجھ سے رہا ہے برسوں

دل بھی ایندھن کی طرح سُلگا کیا ہے برسوں
گلشنِ دل سے دھواں اٹھتا رہا ہے برسوں

کیا مسیحا نے تری چارہ گری کی کوثرؔ
عشق کی آگ میں دل جلتا رہا ہے برسوں

☆☆☆

○

منزلِ شوق میں جب اپنے قدم رکھتا ہوں
شانِ کے رکھتا ہوں میں شوکت جم رکھتا ہوں

جو عطا تو نے کیا تھا وہی غم رکھتا ہوں
میں بہر حال محبت کا بھرم رکھتا ہوں

وہ محبت جسے مُفلس کی جوانی کہیئے
اسی عنوان محبت کا بھرم رکھتا ہوں

چاک داماں نہ سہی چاک گریباں نہ سہی
ساتھ دیوانوں کے صحرا میں قدم رکھتا ہوں

اس سلیقہ سے نوازا مجھے اس نے کوثرؔ
مرتے جیتے میں محبت کا بھرم رکھتا ہوں

☆☆☆

روشنی جن سے نہ ہو شمس و قمر ایسے بھی ہیں
میری راہِ زیست میں کچھ ہمسفر ایسے بھی ہیں

کارواں میں جو نہیں سنتے ہیں آوازِ جرس
دورِ حاضر میں ہمارے ہمسفر ایسے بھی ہیں

جن کی نظروں کی رسائی فرش سے ہے تا بہ عرش
ناز ہے ان پر ہمیں کچھ دیدہ ور ایسے بھی ہیں

آبگینے کی کھنک سے ٹوٹتا ہے جن کا دل
صنعتِ شیشہ گری میں شیشہ گر ایسے بھی ہیں

نبضِ عالم پر رکھی رہتی ہیں جن کی انگلیاں
کچھ مسیحا وقت کے کچھ چارہ گر ایسے بھی ہیں

جن کی کرنوں کا ہدف ہے تیرگی ہر دور میں
میرے روز و شب میں کچھ شمس و قمر ایسے بھی ہیں

جن کی نظروں سے عطا ہو مرہم زخم جگر
اس جہانِ رنگ و بو میں چارہ گر ایسے بھی ہیں

نقش جن کے مُرتسم ہیں اب بھی قلب و ذہن پر
عہد ماضی کے مرے شام وسحر ایسے بھی ہیں

نا مکمل ہے کتابِ زندگی جن کے بغیر
چند عنواں زیست کے زیرِ نظر ایسے بھی ہیں

جو نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے کبھی کوثر کی بات
آج بزم شعر میں اہل نظر ایسے بھی ہیں

☆☆☆

حریفِ گردشِ لیل و نہار بھی تو نہیں
غمِ حبیب، غمِ روزگار بھی تو نہیں

میں زخم ہائے محبت دکھا نہیں سکتا
جو تیر دل میں ہیں ان کا شمار بھی تو نہیں

حیات و موت کے اسرار کوئی کیا سمجھے
کہ زندگی میں سکون و قرار بھی تو نہیں

یہ سچ ہے دُور نہیں منزلِ مراد مگر
ہمیں حیات کا کچھ اعتبار بھی تو نہیں

صلیب و دار سے کتنے ہی کارواں گذرے
رہِ وفا میں اب ان کا غبار بھی تو نہیں

ابھی سے ہوش و خرد دے گئے جواب مجھے
جمالِ دوست ابھی آشکار بھی تو نہیں

چمن کے پھول ترستے ہیں رنگ و نکہت کو
خزاں نہیں ہے اگر یہ بہار بھی تو نہیں

نگاہِ ساقیِ دوراں بدل گئی کوثؔر
سرورِ دل میں نظر میں خمار بھی تو نہیں

☆☆☆

○

دیدکا ان کے اب امکاں تو نہیں
میں باایں حالت پریشاں تو نہیں

جس کے دل میں دردِ انساں ہی نہ ہو
میری نظروں میں وہ انساں تو نہیں

آخرت کی فکر بھی جس کو نہ ہو
درحقیقت وہ مسلماں تو نہیں

ہر طرف ہے روشنی ہی روشنی
آپ کے جلوے فروزاں تو نہیں

میرے مطرب کوئی نغمہ ہی سہی
زندگی کا ویسے امکان تو نہیں

سوچتا ہوں کہہ کے دل کی داستاں
وہ کہیں سن کر پریشاں تو نہیں

ہنس کے اکثر پوچھتی ہے وہ نظر
کوئی حسرت کوئی ارماں تو نہیں

جی رہا ہوں صرف ان کو دیکھ کر
زندگی کا ویسے ساماں تو نہیں

سب کی نظریں ہیں گریباں کی طرف
پھر کہیں فصلِ بہار اں تو نہیں

میں نے سمجھا ٹھوکریں کھانے کے بعد
قربِ منزل اتنا آساں تو نہیں

دل میں ہر جانب اندھیرا ہو گیا
رخ پہ وہ گیسو پریشاں تو نہیں

کیوں قدم رکنے لگے ہیں خود بخود
یہ زمینِ کوئے جاناں تو نہیں

آشیاں تو نے جلایا باغباں
برق سوزاں کا یہ احساں تو نہیں

آپ کے ظلم و ستم سے آج بھی
آپ کا کوثرؔ پریشاں تو نہیں

☆☆☆

○

عشق کا میرے امتحان تو نہیں
تم کہیں مجھ سے بدگماں تو نہیں

روح اس میں عروج پاتی ہے
بے ضرورت یہ خاکداں تو نہیں

عرش سے بھی پرے ہے میرا وجود
میری منزل یہ کہکشاں تو نہیں

لاکھ وحشت کا زور ہے پھر بھی
میرے دامن میں دھجیاں تو نہیں

ان کی آنکھوں میں آ گئے آنسو
بے اثر میری داستاں تو نہیں

گل کھلے ہیں عجیب صحرا میں
میری وحشت کا امتحاں تو نہیں

جس میں رہ کر سکونِ دل نہ ملے
چار تنکے ہیں آشیاں تو نہیں

یہ جو احباب ہیں مرے کوثرؔ
میری فطرت کے رازداں تو نہیں

☆☆☆

○

آہ جس وحشی کو فکر جیبِ داماں بھی نہیں
اس کی زنداں سے رہائی اتنی آساں بھی نہیں

آج کیوں سب کی نگاہیں ہیں گریباں کی طرف
چشم ساقی بھی نہیں فصلِ بہاراں بھی نہیں

چھوڑ دیں اہل خرد اب مجھ کو میرے حال پر
ان کے ظلم ناروا سے میں پریشاں بھی نہیں

اللہ اللہ یہ اسیری اور یہ فصلِ بہار
کیا مقدر میں مرے میرا گلستاں بھی نہیں

اپنے جرمِ بے گناہی پر بھی شرمندہ ہوں میں
اعتراف جرم کر کے وہ پشیماں بھی نہیں

اہل دل کہتے ہیں اس کو منزلِ معراج عشق
اب جو دل میں کوئی حسرت کوئی ارماں بھی نہیں

ان کی مرضی پر ہے کوثرؔ انحصارِ زندگی
سانس لینے کا وگرنہ کوئی امکاں بھی نہیں

☆☆☆

اس عالمِ جنوں میں خدا جانے کیا کہیں
ہوش و خرد بجا ہوں تو پھر مدعا کہیں

دیوانگانِ عشق کی تقدیر یہ کہاں
کتنی خوشی کی بات ہے وہ آشنا کہیں

واقف نہیں ہے جو ابھی آدابِ عشق سے
کیوں کاروانِ غم کا اسے رہنما کہیں

جو دل تری شراب کا ہو کیف آشنا
اچھا نہیں زباں سے اسے ہم برا کہیں

تا حدِّ اعتبار رہے جلووں کی آرزو
اپنی نظر کو کیوں نہ سکوں آشنا کہیں

مانوس ہو گئے ہیں تغافل سے ہم ترے
تجھ سے ترے فراق کے عالم کو کیا کہیں

طوفاں ہو جب کنارا ترے چشمِ فیض سے
پھر بحرِ غم کا کس کو یہاں ناخدا کہیں

کوثرؔ سرورِ کیف ہے توبہ کے بعد بھی
ہم ان کی چشمِ مست کے ساغر کو کیا کہیں

☆☆☆

اک نگاہِ عشق کی جب خواہشیں بڑھتی گئیں
جلوہ گاہِ حسن کی بھی عظمتیں بڑھتی گئیں

طور پر موسٰیؑ نے دیکھا جلوۂ حسنِ وجود
ہوش کھو کر ذہن کی کچھ تابشیں بڑھتی گئیں

جلوہ فرما ان کو دیکھا ان کی بزمِ ناز میں
میری نظروں کی حسیں تر خواہشیں بڑھتی گئیں

جب شعور و ہوش کی منزل سے گذرا دل مرا
ٹھوکریں کھاتا رہا اور ظلمتیں بڑھتی گئیں

تم نے دل پر ہاتھ رکھا تھا سکوں کے واسطے
پھر بتاؤ دل کی کیسے دھڑکنیں بڑھتی گئیں

محفلِ شعر و سخن میں سن کے کوثرؔ کی غزل
انگلیاں دانتوں میں آئیں حیرتیں بڑھتی گئیں

☆☆☆

○

اب تو خیالِ یار میں مضطر نہیں ہوں میں
ہر چند کہو کہ، ہوں میں پر نہیں ہوں میں

کیا عرش پر نہیں مرے قدموں کے کچھ نشاں
تخلیق کائنات کا مظہر نہیں ہوں میں

میری ہی ذات سے تو عبارت ہے میکدہ
کس زاوئے سے بادہ و ساغر نہیں ہوں میں

خوشبو مرے خلوص کی ذہنوں میں ہے بہت
کہتا ہے کون ذاتِ معنبر نہیں ہوں میں

دانائے حسنِ راز پہ کیسی ہیں تہمتیں
انسان کا وجود ہوں پتھر نہیں ہوں میں

دھوئی ہے میں نے کوثر و تسنیم سے زباں
کس نے کہا کہ لائقِ منبر نہیں ہوں میں

☆☆☆

میں سازِ نفس بجا رہا ہوں
ہاں زیست کے گیت گا رہا ہوں

میں تاج محل بنا رہا ہوں
الفت کا چلن سکھا رہا ہوں

میں زیست کو آزما رہا ہوں
مدت سے فریب کھا رہا ہوں

افسانۂ غم سنا رہا ہوں
آئینہ انھیں دکھا رہا ہوں

جو اہلِ دل سمجھ سکیں گے
وہ بات زباں پہ لا رہا ہوں

وہ دشمنِ جاں نہیں ہے میرا
میں دار پہ خود ہی جا رہا ہوں

میں پردہ تری حقیقتوں کا
کیا جانئے کیوں اُٹھا رہا ہوں

یہ عشق کی ابتدا ہے کوثر
میں غم میں بھی مسکرا رہا ہوں

☆☆☆

○

کرب سے غم سے جو گذرتے ہیں ۞ روز جیتے ہیں روز مرتے ہیں

حوصلے سے جو کام کرتے ہیں ۞ بحرِ ظلمات سے گذرتے ہیں

اپنی ہستی سے جو گذرتے ہیں ۞ موجِ طوفاں سے کب وہ ڈرتے ہیں

کوئی کہہ دے یہ موجِ طوفاں سے ۞ ڈوبنے والے پھرا بھرتے ہیں

زندگی کے یہ مختصر لمحے ۞ کتنی تکلیف سے گذرتے ہیں

ہے کرشمہ یہ وحشتِ دل کا ۞ لوگ الزام مجھ پہ دھرتے ہیں

جب بکھرتے ہیں گیسوئے دوراں ۞ پھر کسی سے یہ کب سنورتے ہیں

جو ہیں ہوش و خرد سے بیگانہ ۞ خارزاروں سے بھی گذرتے ہیں

زندگی کٹ گئی تلاطم میں ۞ پھر بھی شکر خدا ہی کرتے ہیں

بے بسی کا نہ پوچھئے عالم ۞ سوزِ پیہم سے آہ بھرتے ہیں

طنز کے تیر دل میں کوثرؔ کے

بن کے طوفان اب ابھرتے ہیں

☆☆☆

○

تکمیل حیات کر رہا ہوں
میں ضبط کا رنگ بھر رہا ہوں

کس درجہ میں بے خبر رہا ہوں
اُف جانے کہاں کدھر رہا ہوں

یہ اہلِ خرد مجھے بتائیں
میں جان سے کیوں گذر رہا ہوں

میں فکر و نظر کے وا دریچے
جب سے ترا ہم سفر رہا ہوں

میں زیست کی راہِ پُر خطر سے
بے خوف و خطر گذر رہا ہوں

اس عالم بے ثبات میں آج
میں ڈوب کے پھر ابھر رہا ہوں

سرگرمِ عملِ جنوں ہے کوثرؔ
انجامِ خرد سے ڈر رہا ہوں

☆☆☆

○

تیرگی سے جو دل پریشاں ہیں
وہ حقیقت میں ماہِ تاباں ہیں

کیوں جلاتے ہو شمع محفل میں
داغ دل کے ابھی فروزاں ہیں

تیز تر کیوں ہیں دھڑکنیں دل کی
آج شاید وہ دل میں مہماں ہیں

ناخدا تیری کاوشیں توبہ
کشتیاں آج غرقِ طوفاں ہیں

جن کا کردار بن گیا مشعل
ایسے کردار کے بھی انساں ہیں

کوئی کہدے مرے مسیحا سے
میرے غم ہی تو غم کے درماں ہیں

چار دن کی ہے زندگی لیکن
کس قدر زندگی کے ساماں ہیں

وہ جو مل جائیں مجھ کو اے کوثرؔ
مرحلے زندگی کے آساں ہیں

☆☆☆

○

خونِ دل خونِ آرزو تو کریں
پہلے پیدا کچھ آبرو تو کریں

اس کے جلوے ہر ایک چیز میں ہیں
آپ ڈھونڈیں تو، جستجو تو کریں

میرا اوروں سے ذکر کیا معنی
گفتگو مجھ سے دوبدو تو کریں

ہوں گے تاثیر آشنا سجدے
خونِ دل سے ذرا وضو تو کریں

آب پھر ہو گی آبِ خنجر کی
پہلے آغشتۂ لہو تو کریں

ہم بھی دیں گے جواب اے کوثرؔ
بے محابا وہ گفتگو تو کریں

☆☆☆

ہوا برباد یوں دورِ خزاں میں
کہ اک تنکا نہیں اب آشیاں میں

جلایا برق نے میرا نشیمن
نشیمن اور بھی تھے گلستاں میں

دلِ غمگیں میں اکثر سوچتا ہوں
اثر اب کیوں نہیں آہ و فغاں میں

تیری راہوں میں اتنی تشنگی تھی
کہ کانٹے پڑ گئے میری زباں میں

جو آتا ہے جھکاتا ہے سر اپنا
غضب کا جذب ہے اس آستاں میں

خلوصِ آدمیت ڈھونڈھنے کو
پھرا ہوں دربدر اس جہاں میں

وہ آتے بن بلائے خود ہی کوثرؔ
اثر ہوتا اگر میری فغاں میں

☆☆☆

مطمئن جس سے ہو دل وہ ہمسفر ملتا نہیں
راہزن ملتے ہیں لیکن راہبر ملتا نہیں

یوں تو دنیا میں ہزاروں صورتیں دیکھیں مگر
تیری صورت' تیری سیرت کا بشر ملتا نہیں

کیا کہوں میں کس سے پوچھوں اپنی منزل کا پتہ
اے جنونِ عشق کوئی راہبر ملتا نہیں

کون ہے ایسا کہ ہم جس پر بھروسہ کرسکیں
آدمی ملتا ہے لیکن معتبر ملتا نہیں

چھپنے والے یہ بتادے میں کہاں ڈھونڈوں تجھے
تیرا در ملتا ہے مجھ کو تو مگر ملتا نہیں

کس طرف جاؤں کدھر جاؤں میں راہِ عشق میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں لیکن راہبر ملتا نہیں

میری آہیں آج تک بیگانۂ تاثیر ہیں
ڈھونڈتا ہوں جس اثر کو وہ اثر ملتا نہیں

بعد مُردن قبر پر آکر کہا اس شوخ نے
اب کہیں بھی کوثرؔ زخمی جگر ملتا نہیں

☆☆☆

○

لہراتی ہوئی برقِ تپاں دیکھ رہا ہوں
اٹھتا ہوا گلشن سے دھواں دیکھ رہا ہوں

یہ کون ہے جو میری رگ جاں سے قریں ہے
یہ کون ہے نظروں سے نہاں، دیکھ رہا ہوں

وہ لوگ جو محروم ہیں کردار و عمل سے
ان لوگوں کا میں جوشِ بیاں دیکھ رہا ہوں

اس حرص کے بازار میں خواہش کے نگر میں
کس کس نے سجائی ہے دوکاں دیکھ رہا ہوں

محسوس یہ ہوتا ہے جو جلتا ہے کوئی گھر
جلتا ہوا اپنا ہی مکاں دیکھ رہا ہوں

کوثرؔ کہیں جل جائے نہ دل کا مرے گلشن
میں دل میں عجب سوزِ نہاں دیکھ رہا ہوں

☆☆☆

قسم خدا کی ترے حسن کا جواب نہیں
یہ اور بات نظر میری کامیاب نہیں

جمال یار سے اک بات پوچھنا ہے ہمیں
زمانہ ہوگیا کیوں جنبشِ نقاب نہیں

یہ بادہ خوار سے کہد و کہ ہوشیار رہے
نگاہ یار سے پینے کا کچھ حساب نہیں

کسی طرح کسی صورت سے سامنے آؤ
وہ اور ہوں گے جنھیں دیکھنے کی تاب نہیں

وفا و عشق کے نغمے سنائی دیں جس سے
کسی کے ہاتھ میں ایسا کوئی رباب نہیں

کچھ احتیاط سے دامن کی دھجیاں کرنا
جنونِ عشق میں پہلا سا اضطراب نہیں

ٹھہر ٹھہر کے سنائیں گے حال دل اپنا
یہ داستانِ محبت کوئی کتاب نہیں

جمالِ یار سکوں کا سبب تو ہے کوثرؔ
نگاہ شوق مگر اتنی کامیاب نہیں

☆☆☆

یہ میکشی ہے مرے اس کو راز رہنے دے
مجھے نہ چھیڑ مرے پاکباز رہنے دے

تری سمجھ میں نہیں آئے گا مقامِ جنوں
یہ ایک راز ہے بندہ نواز رہنے دے

یہ ٹوٹ جائے تو نغمے سنائی دیتے ہیں
دلِ شکستہ کو اے شیشہ ساز رہنے دے

جنونِ عشق کے خالق کا واسطہ تجھ کو
غمِ حیات کے ماروں کا راز رہنے دے

ہر ایک سمت سے آتی ہے ایک ہی آواز
نگاہِ یار کو کوثر نواز رہنے دے

☆☆☆

O

سوزشِ غم کیا ہے سوز و ساز کی باتیں کرو
کر سکو تو زندگی کے راز کی باتیں کرو

سازِ دل کا ہو رہا ہے آج بے آواز پھر
میں شکستہ ساز ہوں کچھ ساز کی باتیں کرو

میری تاریخِ جنوں کافی ہے شہرت کے لئے
تم کرو وحشت زدہ پرواز کی باتیں کرو

اہلِ دانش تو خرد کی وادیوں میں کھو گئے
تم ہو دیوانے جنوں کے ساز کی باتیں کرو

سنگ ریزوں میں چمک جس رخ سے آئے دوستو
اس جمالِ دوست کے اعجاز کی باتیں کرو

چھیڑ دے گا دل شکستہ ساز پر نغمہ کوئی
مطربِ غم سے نہ کوئی راز کی باتیں کرو

غم ہی غم دیکھے ہیں ہم نے زیست کے ہر موڑ پر
اب نہ ہم سے غم بھری آواز کی باتیں کرو

پیش کو آثر تم کرو جامد دلیلِ ارتقاء
جب بھی تعمیر و بقا کے راز کی باتیں کرو

☆☆☆

○

ترا جلوہ بہر صورت عیاں ہو
وہ فصلِ گل ہو یا دورِ خزاں ہو

اگر کچھ خوفِ ربِّ دوجہاں ہو
تو ہر لب پر صدائے الاماں ہو

جگر میں درد پیدا پھر کہاں ہو
اگر ہر آہ پابندِ فغاں ہو

الٰہی وہ نظر مجھ کو عطا کر
ہر اک شے سے ترا جلوہ عیاں ہو

غبارِ عشق سمجھے ہو جسے تم
مری وحشت کا شاید کارواں ہو

شکستہ آئنہ کی قدر ہی کیا
ہمارے دل کی کوثر کیا فغاں ہو

☆☆☆

○

دل کو زخموں سے نکھارا ہے قریب آ جاؤ
یہ تمھارا ہے تمھارا ہے قریب آ جاؤ

بس یہی ایک سہارا ہے قریب آ جاؤ
غم سے دل چور ہمارا ہے قریب آ جاؤ

میں نے تم کو ہی پکارا ہے قریب آ جاؤ
دل غمِ عشق کا مارا ہے قریب آ جاؤ

پوچھتے کیا ہو غم عشق میں حالت کیا ہے
جو بھی ہے ہم کو گوارا ہے قریب آ جاؤ

بحرِ طوفاں سے نکل جائے گی کشتی میری
وحشتِ دل نے پکارا ہے قریب آ جاؤ

موجِ طوفاں سے ابھی کھیل رہا ہے کوثرؔ
دیکھنا گر یہ نظارا ہے قریب آ جاؤ

☆☆☆

بقولِ دل زباں کا پاس بھی لازم ہے انساں کو
شکستِ دل سمجھتا ہوں شکستِ عہد و پیماں کو

بہا اشک ندامت تھام لے رحمت کے داماں کو
مٹا لے داغِ عصیاں کو، مٹا لے داغ عصیاں کو

بہ حسرت دیکھتا رہتا ہوں کوثرؔ روئے جاناں کو
اگر ہو دسترس تو دل میں رکھ لوں نوک مژگاں کو

کچھ اس انداز سے وہ مسکرائے آج محفل میں
مجھے بھی چاک کرنا ہی پڑا اپنے گریباں کو

تری زلفِ پریشاں کے تصور کو خدا رکھے
سکون خاص ملتا ہے مرے حالِ پریشاں کو

یہاں بھی اس طرف بھی بجلیاں پیہم تڑپتی ہیں
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے اس گلستاں کو

فغاں کرتا ہوں جب بھی دل کی بربادی پہ اے کوثرؔ
نگاہِ یاس سے تو دیکھتا ہوں کوئے جاناں کو

☆☆☆

O

ترا جلوہ جو تا حدِّ نظر ہو
مکاں سے لامکاں میرا سفر ہو

فسانہ چار دن کی زندگی کا
خدایا ختم تیرے نام پر ہو

اٹھا یوں عشق میں قیدِ مکاں کو
حدودِ لامکاں میں بھی سفر ہو

مریضِ غم کا ان سے حال کہنا
ادھر بادِ صبا جب بھی گذر ہو

گریباں پر بہار آئی ہوئی ہے
یہ شاید وحشتِ دل کا اثر ہو

قفس میں بھی یہ کوثرؔ چاہتا ہے
چمن جیسی وہی شام و سحر ہو

☆☆☆

○

اپنے جلووں کی انتہا کردو
مجھ کو تم خود سے آشنا کردو

ڈگمگاتی ہے کشتئ امید
میری ہستی کو اب فنا کردو

زندگی قرض ہے امانت ہے
جس طرح سے بھی ہوادا کردو

رحمتوں کا نزول ہوتا ہے
خود کو نزدیکِ کبریا کردو

ہم غریبوں کی بات رہ جائے
ہم غریبوں کا کچھ بھلا کردو

ہے قلم ہاتھ میں تو اے کوثرؔ
نام سے اس کی ابتدا کردو

☆☆☆

○

ایک دیوانے کی آشفتہ سری تو دیکھو
یہ تجسس یہ مری در بدری تو دیکھو

ہے خزاں میں بھی مجھے تازہ بہاروں کی تلاش
اہلِ گلشن یہ مری خوش نظری تو دیکھو

'جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے'
ہوش میں آؤ مری جلوہ گری تو دیکھو

پھر چلا جانبِ صحرا جہاں دیوار نہ در
اپنے دیوانے کی شوریدہ سری تو دیکھو

وہ دمِ واپسیں آیا ہے عیادت کے لئے
یہ مسیحا کی مرے چارہ گری تو دیکھو

ایک اک شے سے صدا آتی ہے مجھکو کوثرؔ
آنکھیں کھولو یہ مری جلوگری تو دیکھو

☆☆☆

محبت سے دل کو لبھا کر تو دیکھو
دیا دل میں تم بھی جلا کر تو دیکھو

ذرا اپنی پلکیں اٹھا کر تو دیکھو
میں تشنہ بلب ہوں پلا کر تو دیکھو

میں ہوں دلشکستہ میں ہوں زخم خوردہ
کبھی تم مرے پاس آ کر تو دیکھو

تمھیں کس محبت سے دیکھتا ہوں
نظر سے نظر تم ملا کے تو دیکھو

وہی برق و باراں وہی موجِ صَرصَر
نیا آشیانہ بنا کر تو دیکھو

محبت کی نیرنگیاں توبہ توبہ
جنوں کی ذرا حد میں آ کر تو دیکھو

بنا میں نے رکھی ہے اک آشیاں کی
مرے دل کے گلشن میں آ کر تو دیکھو

مزا زندگانی کا اسی میں ہے کوثرؔ
غمِ زیست میں مسکرا کر تو دیکھو

☆☆☆

بحرِ ہستی کے تلاطم سے ابھرتے کیوں ہو
موت برحق ہے تو پھر موت سے ڈرتے کیوں ہو

چشمِ ساقی سے جو ڈھلتی ہے وہ کافی ہے شراب
توڑ دو ساغر و مینا انھیں بھرتے کیوں ہو

خار ہی خار ہیں جس راہگذر میں لوگو
ایسی راہوں سے بتاؤ کہ گذرتے کیوں ہو

وہ تو ہے میری ہی تاریخ جنوں کا اک باب
تذکرہ دار و رسن کا یہاں کرتے کیوں ہو

ظلم و جور کی تاریخ مرتب ہو تو ہو
تم نہیں ہو جفا پیشہ تو ڈرتے کیوں ہو

کس کو فرصت ہے یہاں اہلِ جنوں سے پوچھے
چھوڑ کر شہر بیاباں میں ٹھہرتے کیوں ہو

کیسے وعدہ کا یقیں کو ثرؔ غمگیں کر لے
وعدہ کر کے یہ بتاؤ کہ مُکرتے کیوں ہو

☆☆☆

اس کی پلکوں پہ بھی اشکوں کو ابھر جانے دو
میرے مرنے کی اسے اب تو خبر جانے دو

وہ وفاؤں پہ مری جور کرے گا کب تک
میری آہوں کو ذرا تا بہ اثر جانے دو

کیا عجب دل میں اترتے یہ رگ جاں بنجائے
نوک مژگاں کو مرے دل میں اتر جانے دو

آشیانہ سے ہمارے ہی دھواں اٹھے گا
جارہے ہیں یہ جہاں برق وشرر جانے دو

کیا ہوا اہلِ نظر کو وہ یہ کیوں کہتے ہیں
یہ نئی نسل جدھر جائے ادھر جانے دو

منزلِ عشق کو پانے کے لئے اے کوثؔر
خود کو ادراک کی منزل سے گذر جانے دو

☆☆☆

○

نہ گل ہیں نہ گلشن نہ وہ آشیانہ
تباہی کا میری ہے اتنا فسانہ

بہاروں کا موسم نہ ہے وہ زمانہ
وہ دلکش فضائیں نہ وہ آشیانہ

الٰہی یہ آیا ہے کیسا زمانہ
ہمیں پر لگایا گیا ہر نشانہ

اداسی سی چھائی ہوئی ہے فضا پر
نہ وہ محفلیں ہیں نہ ہے وہ زمانہ

تمنا یہی ہے دلِ غم زدہ کی
بدل دے کوئی آکے رنگِ زمانہ

شکایت نہیں جورِ بے جا کی تم سے
مگر مجھ پہ بھی اک نظر مخلصانہ

ستم پر ستم ہیں جفا پر جفائیں
ہمیں ہیں بس اک تیرِ غم کا نشانہ

پشیماں نہ ہوں آپ مشقِ ستم سے
کہ میرا تو دشمن ہے سارا زمانہ

بچائے کوئی کس طرح دامنِ دل
ادا ساحرانہ نظر کافرانہ

اسے بھی اٹھاتے ہو تم اپنے در سے
نہیں جس کا دنیا میں کوئی ٹھکانہ

ابھی سے یہ حالت ابھی سے یہ عالم
بس اب سن چکے آپ غم کا فسانہ

نہ ہوتی یہ بجلی نہ یہ بادوباراں
نہ ہوتا اگر شاخ پر آشیانہ

بنا جب سے رکھی گئی آشیاں کی
خدا جانے کیوں بدگماں ہے زمانہ

حرم ہو مبارک ہر اہلِ حرم کو
جبیں ہو مری اور ترا آستانہ

جہاں بھی اجاڑے گا اے باغباں تو
وہیں پر بنائیں گے پھر آشیانہ

وہ آئیں گے خود پرسشِ غم کو کوثرؔ
محبت ہے میری اگر والہانہ

جو بھولے سے تم آنکلتے تو کوثرؔ
سناتا تمہیں دردوغم کا فسانہ

☆☆☆

○

جمی چہرے پہ جب گردِ سفر آہستہ آہستہ
ہمیں راس آئی غم کی رہگذر آہستہ آہستہ

ابھی راہِ سفر ہے سامنے منزل تو آنے دو
اڑے گی رخ سے خود گردِ سفر آہستہ آہستہ

محبت میں یہ آغازِ محبت کا کرشمہ ہے
جگر کا خون ہوتا ہے مگر آہستہ آہستہ

محبت کو اثر کرنے میں کچھ تو وقت لگتا ہے
ہمیں اپنا کہیں گے وہ مگر آہستہ آہستہ

مقولہ یہ اگر سچ ہے زمانہ رُخ بدلتا ہے
بدل تو بھی دلِ وحشت اثر آہستہ آہستہ

مکاں سے لامکاں تک جتنے جلوے سامنے آئے
بنے وہ حاصلِ فکر ونظر آہستہ آہستہ

ابھی تو ظلمتیں ہیں اور میرا کارواں کوثرؔ
ملے گی دیکھنا روشن سحر آہستہ آہستہ

☆☆☆

○

گلشن کے رنگ و نور کو تو بار بار دیکھ
نکہت سمیٹ لائی ہے اب کے بہار دیکھ

اس کی ضیا بھی نیّرِ تاباں سے کم نہیں
تجھ سے جو ہو سکے تو دلِ داغدار دیکھ

گرداب میں تلاش نہ کر جانِ زندگی
ہے کون منتظر ترا دریا کے پار دیکھ

عرفان و آگہی کی جو حد سے گذر گیا
وہ واقفِ جمال ہے اب اشکبار دیکھ

کیسے بہار جیب و گریباں پہ آئی ہے
دستِ جنوں کو دیکھ گریباں کے تار دیکھ

برحق تری نگاہ کی بے چینیاں مگر
کوثؔر کسی کے جلوے بھی ہیں بیقرار دیکھ

☆☆☆

○

یاد جب ان کی نا گہاں آئی
لب پہ ماضی کی داستاں آئی

صحن زنداں میں دل مہک اٹھا
دل میں جب یاد گلستاں آئی

چار تنکوں کا یہ کرشمہ تھا
برق جو قربِ آشیاں آئی

منتشر ہو گیا مذاقِ نظر
یاد تیری جہاں جہاں آئی

آج پھر دل میں ایک ہوک اٹھی
آج پھر یادِ رفتگاں آئی

کون جانے گلوں پہ کیا گذرے
برق کیوں سوئے گلستاں آئی

زخم دل کے ہرے ہوئے کوثرؔ
جب بھی یادِ دوستاں آئی

☆☆☆

○

اس کا جلوہ عام ہے لیکن بات ہے یہ بینائی کی
صحرا صحرا، گلشن گلشن، گردش ہے سودائی کی

زخم تیری فرقت کا تھا، ایک نظر میں پھول بنا
صحن دل میں دھوم مچی ہے، آج تری رعنائی کی

وحشتِ دل جب راس نہ آئی، بستی میں دیوانے کو
صحرا میں خاروں سے الجھا، بات ہے یہ دانائی کی

چپکے چپکے آہیں بھرنا، اشک بہانا آنکھوں سے
ہجر کی راتوں کا عالم ہے بات ہے یہ تنہائی کی

ویراں ویراں گھر تھا کوثرؔ، وہ جو نہیں تھا پہلو میں
دل میں سما کر اس نے میرے خوب مری رسوائی کی

☆☆☆

○

دل و نگاہ کو جب آگہی نہیں ملتی
الم تو ملتے ہیں لیکن خوشی نہیں ملتی

کچھ ایسے لوگ بھی شہر طرب میں رہتے ہیں
سکوں نواز جنھیں زندگی نہیں ملتی

جگر خراش مناظر تو ہیں چمن میں مگر
شگفتہ کوئی یہاں اب کلی نہیں ملتی

چمن میں گل تو بہ ہر شاخ ہمکو ملتے ہیں
گلوں کے رخ پہ مگر تازگی نہیں ملتی

متاعِ ہوش و خرد مجھ سے چھیننے والے
ترے مزاج کی اب برہمی نہیں ملتی

ازل کے دن جو نہ ہم دیکھتے ترا جلوہ
دل و نگاہ کو یہ روشنی نہیں ملتی

قدم قدم پہ ہیں جلوہ نمائیاں کوثرؔ
میں کیسے کہدوں مجھے روشنی نہیں ملتی

☆☆☆

○

اپنوں سے گفتگوئے حکیمانہ چھوڑ دی
بے وجہ کب یہ محفل فرزانہ چھوڑ دی

اہل ہوس جو عشق کی راہوں پہ چل پڑے
اہلِ جنوں نے جراءتِ مستانہ چھوڑ دی

دشوار مرحلوں سے نظر کیا گذر گئی
دل نے تلاشِ جلوۂ جانانہ چھوڑ دی

پی کر تری نگاہ سے اک جامِ بےخودی
مدت ہوئی کہ خواہشِ پیمانہ چھوڑ دی

جب سے سمجھ میں آئے ہیں آدابِ بندگی
ہم نے پرستشِ رخ جانانہ چھوڑ دی

کوثرؔ کسی کی آنکھ میں ایسا سرور تھا
ہم نے تلاش شیشہ و پیمانہ چھوڑ دی

☆☆☆

○

غم زدہ جس کی زندگی ہوگی
اس کی آنکھوں میں کچھ نمی ہوگی

تیرے جانے سے بے کلی ہوگی
کتنی بے چین زندگی ہوگی

رخ سے اس نے نقاب اٹھایا ہے
آج بجلی کہیں گری ہوگی

ایک سجدے کی اور اجازت دے
پھر مکمل یہ بندگی ہوگی

اس سے پوچھوں گا جب پتا اپنا
پھر مکمل یہ بے خودی ہوگی

احترامِ جنوں کرو کوثرؔ
ورنہ بے کار زندگی ہوگی

☆☆☆

اہل دانش کی نظر زنجیر تک آئی گئی
گیسوؤں کے پیچ وخم میں بات الجھائی گئی

وحشتیں رخصت ہوئیں اور جادہ پیمائی گئی
رہ نوردِ شوق کی اب آبلہ پائی گئی

میرے دل میں آرزوؤں کا بھی ایسا ہے حساب
جیسے ساحل سے گلے ملنے کو موج آئی گئی

اس لباسِ رنگ و بو میں انجمن آراء ہے کون
'بات نازک تھی بڑی مشکل سے سمجھائی گئی'

دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہو اب نظامِ کائنات
رد ہوئے دعوے ہمارے اب شکیبائی گئی

کیوں رہا کرتا ہے آزردہ تو اتنا ان دنوں
تیرے چہرے سے کہاں اے دوست رعنائی گئی

دیکھنا یہ ہے کہ ان کے ایک جلوے کی چمک
کس طرف لے کر مرے آنکھوں سے بینائی گئی

ایک ایسی بات جو وجہ سکونِ دل بھی تھی
برسبیل تذکرہ دانستہ وہ لائی گئی

رنگ پر آئیں جہاں ان کی تبسم ریزیاں
اہل دل سے پھر سمجھ لیجے شکیبائی گئی

میرے شعروں میں تاثرغم کا کوثر آ گیا
فکر میں جب میرؔ کی تقلید فرمائی گئی

☆☆☆

موسیٰؑ کی رہگذر جو سرِ نیل ہوگئی
فرعون کی خدائی کی تذلیل ہوگئی

حسنِ کرشمہ سازیوں مجھ پر محیط ہے
روشن مرے خیال کی قندیل ہوگئی

ان کے لبوں کا شوخ تبسم بھی چھن گیا
مجھ سے بیان غم کی جو تفصیل ہوگئی

ان کی نگاہِ خاص کا اللہ رے اثر
میرے جنونِ شوق کی تکمیل ہوگئی

کعبہ کو ابرہہ سے بچایا خدا نے یوں
حکم خدا سے فوج ابابیل ہوگئی

دیوانگانِ عشق کے دامن ہیں تار تار
فصل خزاں بہار میں تبدیل ہوگئی

چشم کرم ہے ان کی میں تعریف کیا کروں
دشواریٔ حیات کی تسہیل ہوگئی

کوثرؔ مجھے تو خوف نہیں حشر کا کوئی
اتنے بہے ہیں اشک کہ اک جھیل ہوگئی

☆☆☆

مجھ سے برہم جہاں وہ نظر ہوگئی
میری رُوداد غم مختصر ہوگئی

دامنِ ضبطِ غم چھٹ گیا ہاتھ سے
یاد جب آئے تم آنکھ تر ہوگئی

شام فرقت کے ماروں سے پوچھے کوئی
کس طرح روتے روتے سحر ہوگئی

اللہ اللہ محبت کی نیرنگیاں
ہر نگاہِ کرم نیشتر ہوگئی

منزلوں آکے منزل نے ڈھونڈھا مجھے
بیخودی جب شریکِ سفر ہوگئی

تلخ کامی کا شکوہ کسی سے نہیں
زندگی خود بخود تلخ تر ہوگئی

دامن ضبط کوثرؔ نہ چھوڑا کبھی
زندگی تلخیوں میں بسر ہوگئی

☆☆☆

لے کے دامن میں بوئے یار آئی
'بادِ صَر صَر بھی مشکبار آئی'

مسکراتا ہوا چمن میں کبھی
گل کو دیکھا تو یاد یار آئی

گوشہ گوشہ چمن کا ویراں ہے
ایسے جلوے لئے بہار آئی

دشت الفت میں کون ٹھہرے گا
قافلے سے یہی پکار آئی

فصل گل پر نہ خوش ہوائے گل چیں
فصل گل کس کو سازگار آئی

لذتِ سوز دل ترے قرباں
زیست اب مجھ کو سازگار آئی

ہے مآلِ بہار نظروں میں
فائدہ کیا اگر بہار آئی

غنچۂ دل مگر کبھی نہ کھلا
فصلِ گل یوں تو بار بار آئی

کون ہے وہ بجز ترے کوثؔر
غم کی رُت جسکو سازگار آئی

☆☆☆

○

وہ جنبش ہے کسی کی اک نظر کی
حقیقت کھل گئی برق و شرر کی

مرض ہو جائے جب خود ہی مداوا
ضرورت ہی نہیں ہے چارہ گر کی

پرِ پرواز ہے میرا تخیل
نہیں مجھ کو ضرورت بال و پر کی

کٹی کیسے ہماری شام ہجراں
نہ پوچھو کس طرح ہم نے بَسر کی

سمجھنے کو زمانے کے اشارے
ضرورت ہے ابھی اہلِ نظر کی

تصور میں وہ آجاتے ہیں کوثرؔ
ضرورت کیا ہے مجھ کو نامہ بر کی

☆☆☆

○

جس طرف وہ نظر اٹھی ہوتی ❁ ساری دنیا ادھر گئی ہوتی

وہ نہ ہوتے اگر تصوّر میں ❁ ذہن میں پھر نہ روشنی ہوتی

داستانِ غم فراق مری ❁ آپ سنتے تو بے کلی ہوتی

میری آہوں میں جو اثر ہوتا ❁ آگ دنیا میں لگ گئی ہوتی

وہ جو رہتے مرے تصور میں ❁ میرے شعروں میں نغمگی ہوتی

وہ ہمارے اگر نہیں ہوتے ❁ زندگی میں بڑی کمی ہوتی

زندگی کے میں راز بھی لکھتا ❁ زندگی کچھ تو کام کی ہوتی

اس چمن میں ہزار پھول سہی ❁ کچھ، کسی میں تو تازگی ہوتی

ہم جو رازِ خودی کو پا لیتے ❁ حاصل سجدہ ہ بندگی ہوگی

پی کے کوثر مجھے نہ ہوش آتا
کاش اتنی تو میں نے پی ہوتی

☆☆☆

سناؤں کیا دلِ غم آشنا کی
عجب آہ و فغاں ہے نارسا کی

دل نازک محبت آشنا تھا
اسی باعث ستم پر بھی وفا کی

عجب انداز سے بدلے ہیں تیور
نہیں معلوم کیا میں نے خطا کی

وہیں سے فاصلے کم ہو گئے تھے
محبت میں جہاں ہستی فنا کی

جفاؤں کا گلہ کیسے کروں میں
کہاں طاقت ہے یہ اس بےنوا کی

محبت ہے اسی کا نام کوثرؔ
وفا ہم سے ہوئی اس نے جفا کی

☆☆☆

○

بوئے زخم جگر نہیں آتی ❁ سوزِ دل کی خبر نہیں آتی

آتشِ غم سے جو بھی صورت ہے ❁ چارہ گر کو نظر نہیں آتی !

اس لئے تو عزیز ہے ہم کو ❁ زندگی لوٹ کر نہیں آتی

ان سے ملنے کی ایک صورت تھی ❁ وہ بھی اب تو نظر نہیں آتی

آشیاں جل گیا اسی باعث ❁ برقِ سوزاں ادھر نہیں آتی

راز یہ اہلِ دل بتائیں گے ❁ موت کیوں دار پر نہیں آتی

کون کہتا ہے منزلِ عرفاں ❁ راہبر کو نظر نہیں آتی

سارا ماحول شب گزیدہ ہے ❁ اس طرح تو سحر نہیں آتی

اہلِ دانش کی انجمن میں ابھی ❁ بات بنتی نظر نہیں آتی

جیسی درکار ہے سکوں کے لئے ❁ ویسی اب کیوں سحر نہیں آتی

میری حالت کے پوچھنے والے ❁ میری صورت نظر نہیں آتی

ایک لمحہ کو نیند آتی ہے ❁ اور پھر عمر بھر نہیں آتی

میرے دل کے قریب رہتا ہے ❁ اور صورت نظر نہیں آتی

کیا بگڑتا اجل کا اے کوثرؔ ❁ ایک لمحہ اگر نہیں آتی

زندگی کا یہ کارواں کوثرؔ

جب بھی گم ہو خبر نہیں آتی

☆☆☆

معلوم ہے اس کو کہ جو قیمت ہے ہنسی کی
یہ سوچ کے خاموش زباں بھی ہے کلی کی

یہ بات الگ، میں ہی بنا دار کی زینت
تم داد نہ دے پائے مری زندہ دلی کی

کھنچ کھنچ کے مری روح اسے ڈھونڈ رہی ہے
ہر حال میں جس نے کہ مری چارہ گری کی

وہ کون تھا جو عصمتِ حالات سے کھیلا
یہ کون ہے جس نے یہاں اب پردہ دری کی

یہ ہونٹ ہیں اب ساغر و پیمانہ سے محروم
رُوداد بیاں کس سے کروں تشنہ لبی کی

کوثر میں سمجھتا ہوں وہ محسوس کریں گے
تذلیل اگر ہوگی مری دیدہ وری کی

وہی دل شکن جفائیں وہی طرزِ برہمی ہے
مری بات تک نہ پوچھی یہ عجیب دلبری ہے

ترے دل پہ لاکھ غم ہوں تو چھپا لے انکو دل میں
یہی زندگیٔ دل ہے یہی اصل زندگی ہے

یہ بہار کا زمانہ' یہ فضائے رنگ و نکہت
یہ تجلیّوں کا عالم مگر آپ کی کمی ہے

مری وضع بھی یہی ہے مرا طرز بھی یہی ہے
نہ کسی سے ہے شکایت نہ کسی سے دشمنی ہے

کبھی بے خودی میں ہنسنا کبھی بیکسی پہ رونا
یہی زندگی ہے میری' یہی شانِ زندگی ہے

یہ تباہیٔ زمانہ' یہ اداس اداس چہرے
نہ کوئی خوشی خوشی ہے' نہ کوئی ہنسی ہنسی ہے

یہ ادائے حسن دلکش نہ سمجھ سکا میں کوثرؔ
کبھی دوستی ہے مجھ سے کبھی مجھ سے دشمنی ہے

☆☆☆

ذکر ان کا مدام ہوتا ہے ❁ صبح ہوتا ہے شام ہوتا ہے

منتظر ہوں میں اک زمانے سے ❁ دیکھئے کب کلام ہوتا ہے

ضبطِ پیہم ارے معاذ اللہ ❁ کام دل کا تمام ہوتا ہے

تجھ سے کتنا قریب ہوتا ہوں ❁ لب پہ جب تیرا نام ہوتا ہے

ایک لمحہ ترے تبسم کا ❁ زندگی کا پیام ہوتا ہے

بارہا مجھ کو یہ گمان ہوا ❁ جیسے تم سے کلام ہوتا ہے

دلِ بادہ گسار پی کر بھی ❁ تشنہ لب تشنہ کام ہوتا ہے

حسن کا ہر پیام اے کوثرؔ
زندگی کا پیام ہوتا ہے

☆☆☆

○

دل میں اک داغِ نہاں باقی ہے
یہ محبت کا نشاں باقی ہے

حالتِ صحن چمن کیا ہو بیاں
خاک اُڑتی ہے دھواں باقی ہے

جل چکا سارا نشیمن پھر بھی
اک تصور میں نشاں باقی ہے

حاصلِ سجدہ تھا اک ہی سجدہ
آج تک اس کا نشاں باقی ہے

میری نظروں میں ابھی تک کوثرؔ
حاصلِ عمر رواں باقی ہے

☆☆☆

ہاں دلِ داغدار باقی ہے ❁ غم کا اک شاہکار باقی ہے

ایک ہی رہگذار باقی ہے ❁ رحمتِ کردگار باقی ہے

تیرے وحشی کے دامنِ دل کا ❁ ساتھ دینے کو خار باقی ہے

کارگاہِ جہاں میں میرے لئے ❁ اک غمِ روزگار باقی ہے

موت کا قرض بھی چکا دوں گا ❁ مجھ پہ یہ بھی ادھار باقی ہے

سوچتا ہوں یہی کہ اب دل میں ❁ کتنا صبر و قرار باقی ہے

ہم کو تسکین دل نہیں حاصل ❁ ذہن میں انتشار باقی ہے

کیسے بکھرے وفا کا شیرازہ ❁ آج بھی رسمِ دار باقی ہے

وقتِ رخصت جو دل پہ چھائی تھی ❁ وہ فضا سوگوار باقی ہے

کوئی تازہ فریب کھاؤ گے ❁ کیا ابھی اعتبار باقی ہے

اس لئے رہ گئیں کھلی آنکھیں ❁ حسرتِ دیدیار باقی ہے

قید ہے آدمی کا دل کوثرؔ ❁ ذاتیاتی حصار باقی ہے

☆☆☆

چراغ فکر نیا جس کے دل میں جلتا ہے
بڑے خلوص بڑے عزم سے وہ چلتا ہے

جو بحرِ عشق کے گرداب سے نکلتا ہے
ہر ایک موجۂ طوفاں کا رخ بدلتا ہے

مرے چمن کے نگہباں تجھے خبر بھی نہیں
مرے لہو سے چمن میں چراغ جلتا ہے

ہزار جو رسہی اے فلک ترے مجھ پر
غم حیات کا عنواں کہیں بدلتا ہے

یہ بات کم تو نہیں ہے دل نظارہ طلب
کہ تیرا عشق بھی جلووں میں انکے ڈھلتا ہے

اسے تو گردشِ دوراں کا کچھ ملال نہیں
تمھاری زلف کے سائے میں جو بھی چلتا ہے

جنونِ عشق کا عالم نہ پوچھئے مجھ سے
یہ وحشتوں کا تسلسل تو ساتھ چلتا ہے

سکونِ قلب ملے بھی تو کیا ملے کوثرؔ
حدودِ کوچۂ جاناں میں دل مچلتا ہے

☆☆☆

O

اب تو شعورِ عشق سے دل بھی اداس ہے
میں جانتا ہوں دل کو یہ جلوہ شناس ہے

یہ بھی ہے زندگی کہ تجھے چاہتا ہوں میں
یہ بھی ہے سلسلہ کہ مرا دل اداس ہے

جس چیز کو خلوص و وفا کہہ رہے ہیں لوگ
یہ صرف ایک وہم ہے یہ اک قیاس ہے

ہے انتظار یار میں یہ چاندنی یہ دھوپ
ہے رات بے لباس، نہ دن ہے بے لباس ہے

یہ کس کی یاد ہے جو دھڑکتا ہے دل مرا
یہ کس کا عکس ہے جو مرے آس پاس ہے

میرے لئے تو یہ بھی ہے سامانِ زندگی
یہ جو تصورات میں تو میرے آس پاس ہے

کوثرؔ درِ حبیب سے ہے واسطہ مجھے
یہ میری زندگی ہے یہ میری اساس ہے

☆☆☆

○

واعظِ وقت نے کہا کیا ہے؟
اور توبہ کا سلسلہ کیا ہے؟

بتکدہ دیکھ کر خیال آیا
بت جو یہ ہیں تو پھر خدا کیا ہے؟

تیری آنکھوں کا کیف ہے ساقی
ورنہ میخانے میں دھرا کیا ہے؟

خاک داں تو ہے ایک پرچھائیں
روح کا عکس ماورا کیا ہے؟

یہ اجالے فریب زا تو نہیں
تیرگی میں کہو چھپا کیا ہے؟

دل کے ساغر میں دیکھئے کوثرؔ
ساغرِ جم کی اب صدا کیا ہے؟

☆☆☆

○

زندگی ان کی کیف پرور ہے
جن کو غربت وطن سے بہتر ہے

قافلے کا عجیب منظر ہے
راہزن آج سب کا رہبر ہے

یوں تو صدیوں سے ہوں میں گرمِ سفر
میری منزل تو آپ کا در ہے

میری پلکوں پہ ہے تو ہے آنسو
ان کے دامن میں ہو تو گوہر ہے

روح کو بھی یہاں قیام نہیں
جسم کیا ہے کرایہ کا گھر ہے

بے خودی کا نہ پوچھئے عالم
نگۂ لطف اس کی ہم پر ہے

سنگ پہلے تو میں نے پھینکا تھا
پھر یہ الزام کیوں ترے سر ہے

مندمل جس کو چارہ گر کر دے
ایک ایسا بھی زخم دل پر ہے

کب بہاریں چمن میں آئیں گی
دل ہے بے تاب آنکھ مضطر ہے

ان پہ تنقید کیا کرے کوثرؔ
آستینوں میں جن کے خنجر ہے

☆☆☆

○

یہی بات اہلِ نظر نے کہی ہے
غمِ زندگی ہی حسیں زندگی ہے

ابھی تک وہی عالم بے خودی ہے
تری زلف جیسے کہ الجھی ہوئی ہے

نظر ظرف کا زاویہ ڈھونڈتی ہے
کوئی آشنا ہے کوئی اجنبی ہے

جو آیا جہاں میں فنا ہونے آیا
فقط نام کو زندگی دی گئی ہے

یہ سجدوں کی خواہش جبیں کا تجسس
ترے نقش پا کو نظر ڈھونڈتی ہے

عجب اضطراب و جنوں کا ہے عالم
خبر ان کے آنے کی جب سے سنی ہے

یقیں ایسی حالت میں کیا آئے دل کو
جبیں پر شکن ہے لبوں پر ہنسی ہے

دھواں ہی دھواں ہے تصور میں کوثرؔ
ابھی ذہن پر جیسے بجلی گری ہے

☆☆☆

ہم بھی خوش ہیں زندگی مسرور ہے
دل ہمارا درد سے معمور ہے

رہروِ راہِ محبت سوچ لے
عشق کی منزل کٹھن ہے دور ہے

ٹھوکریں عشاق کھاتے ہیں یہاں
اس جہاں کا کیا یہی دستور ہے

زندہ رہنا اور ان حالات میں
آدمی بھی کس قدر مجبور ہے

چل کے اب اہلِ جنوں سے پوچھئے
زندگی کیوں درد ہے ناسور ہے

اس کے جلوے ہیں نمایاں ہر طرف
پھر بھی موسیٰؑ کو تلاش طور ہے

ہر ستم تیرا گوارا ہے مجھے
ہر ادا تیری مجھے منظور ہے

آپ جو کچھ کر رہے ہیں رات دن
کیا یہی اسلام کا منشور ہے

آؤ کوثرؔ اس کا جلوہ دیکھ لیں
دل ابھی تو عشق سے معمور ہے

☆☆☆

انھیں شکوہ گلہ ہے ہم سے کیا معلوم کرلیں گے
وفاؤں کا ملے گا کب صلہ معلوم کرلیں گے

چلے گا کب تلک یہ سلسلہ معلوم کرلیں گے
نگاہِ ناز سے تیرا پتا معلوم کرلیں گے

غم الفت کے شیدائی کہا کرتے ہیں یہ اکثر
محبت کی حقیقت کا پتا معلوم کرلیں گے

وفور بے خودی میں بالیقیں نقشِ کفِ پا سے
تری ہم رہگذر کا فاصلہ معلوم کرلیں گے

اگر بھٹکے کبھی ہم جادۂ منزل سے اے ہمدم
کسی سے واپسی کا راستہ معلوم کرلیں گے

کہاں تک گردشِ دوراں چلے گی ساتھ کوثرؔ کے
اگر ممکن ہوا یہ سلسلہ معلوم کرلیں گے

☆☆☆

○

شکستگی کے سبب جن کے بال و پر سے ملے ✿ وہی گریز اں ہمیں راہِ پر خطر سے ملے

خطا معاف ترا انتظار کیا کرتے ✿ ہمیں حیات کے لمحے ہی مختصر سے ملے

غمِ فراق کو کوئی مٹا نہیں سکتا ✿ مریضِ ہجر سے کہیئے نہ چارہ گر سے ملے

مرے خیال کی عظمت کا سنگِ میل بنے ✿ کچھ ایسے نقش مجھے ان کی رہگذر سے ملے

وہ زاویئے جو ہیں ہر دور میں متاعِ نظر ✿ وہ زاویئے تو ہمیں ایک دیدہ ور سے ملے

جو میکدے میں حریف سبو و جام ہوئی ✿ ہزار جام چھلکتے تری نظر سے ملے

غمِ حیات، غمِ روزگار کے باعث ✿ نہ جانے کتنے گہر میری چشمِ تر سے ملے

وہ سارے روپ ترے جن سے محوِ حیرت ہوں ✿ میں کیا بتاؤں کہ مجھکو کدھر کدھر سے ملے

گرادیا ہے جسے تم نے اپنی نظروں سے ✿ تمھیں بتاؤ وہ اب تم سے کس نظر سے ملے

کوئی انیس نہیں کوئی غم گسار نہیں ✿ ملے تو دوست مگر ہم کو نیشتر سے ملے

پڑے ہیں رخ پہ کسی نازنیں کے یوں گیسو ✿ کے جیسے رات کا دامن کہیں سحر سے ملے

وہ لمحے آج بھی وجہ سکوں ہیں اے کوثر ✿ جو لمحے ان کے تقرب کے مختصر سے ملے

☆☆☆

ہر اک سوٗ آگ گلشن میں لگی ہے
چمن والو قیامت کی گھڑی ہے

ہوا کیسی یہ گلشن میں چلی ہے
نہ وہ گل ہیں نہ گل میں تازگی ہے

ہر اک جانب اندھیرے ہیں مسلط
اداسی ہی اداسی چھا رہی ہے

فرازِ دار سے جھانکا تو دیکھا
ہر اک چہرا یہاں پر اجنبی ہے

نگاہِ غور سے تم مجھ کو دیکھو
شکستہ ساز میں بھی نغمگی ہے

یہی معراج ہے دیوانگی کی
مجھے حیرت سے دنیا دیکھتی ہے

جہاں میں اہل دانش کی خرد بھی
خرد کی وادیوں میں کھوگئی ہے

غمِ ہستی، غمِ جاناں، غمِ دل
یہی کوثرؔ متاعِ زندگی ہے

☆☆☆

○

عجب انداز کی دیوانگی محسوس ہوتی ہے
بہار آنے سے پہلے بےخودی محسوس ہوتی ہے

یہ لگتا ہے کہ دنیا عرصۂ محشر کا حصہ ہے
کہ جو صورت ہے مجھ کو اجنبی محسوس ہوتی ہے

فضائیں مسکراتی ہیں ستارے چھپتے جاتے ہیں
سحر کی کیف آور روشنی محسوس ہوتی ہے

وفادار جنوں سے رسم الفت پوچھنے والے
تجھے شاید جنوں میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے

بایں سجدہ گذاری اور بایں زہد و ورع کوثرؔ
نیاز و عجز میں پھر بھی کمی محسوس ہوتی ہے

☆☆☆

○

دنیائے رنگ و بو سے گریزاں نہیں ہوئے
وہ کون لوگ تھے جو پریشاں نہیں ہوئے

وہ لوگ جن کے لب پہ محبت کے راگ تھے
انسانیت کے ساز پہ رقصاں نہیں ہوئے

میں کس طرح کروں انھیں احباب میں شمار
میری تباہیوں پہ جو خنداں نہیں ہوئے

گو تم نے ترک ہم سے تعلق تو کر لیا
یادوں کے سائے دل سے گریزاں نہیں ہوئے

اس درجہ ہم تھے غم کے حقائق سے آشنا
اپنی تباہیوں پہ پریشاں نہیں ہوئے

کوثرؔ ہمیں لحاظ تھا آدابِ عشق کا
ہم فصلِ گل میں چاک گریباں نہیں ہوئے

☆☆☆

فرض دونوں ہی یہ ادا کرتے
تم جفا کرتے ہم وفا کرتے

ایک جلوہ جو تم دکھا دیتے
آہ بھرتے نہ ہم گلہ کرتے

لوگ دیوانہ کہہ کے کیا کرتے
بس مرے حال پر ہنسا کرتے

زندگی کے مہیب لمحوں کا
کیسے طے ہم یہ فاصلہ کرتے

موسمِ گل میں کچھ کشش ہی نہ تھی
ہم گریباں کو چاک کیا کرتے

تم سہارا اگر نہیں دیتے
خاک ہم چھانتے پھرا کرتے

داغ دل کے مٹا دئے ہوتے
داغ دل کے اگر مٹا کرتے

اہلِ دل کے تو اشک یوں کوثرؔ
چشمِ تر سے نہیں بہا کرتے

☆☆☆

○

جس رخ سے دیکھئے میری منزل یہی تو ہے
جو جلوہ گاہِ یار ہے وہ دل یہی تو ہے

ہر گام پر جہاں ہے طریقت کی روشنی
وہ رہگذر وہ عشق کی منزل یہی تو ہے

حد سے سوا ہی قلب ونظر کی طلب ہے اب
اک پردہ درمیان میں حائل یہی تو ہے

حاصل ہو جس سے دل کو طریقت کا ہر مقام
عنوانِ آگہی کی وہ منزل یہی تو ہے

وہ سامنے ہیں جلوہ فگن مطمئن ہے دل
محفل کا حسن، رونق محفل یہی تو ہے

دل واقف جمال تھا کوثرؔ اسی لئے
حیرت سے دیکھ کر کہا منزل یہی تو ہے

☆☆☆

○

پہلو بدل رہا ہے بڑے اضطراب سے
دل مطمئن نہیں ہے تمہارے جواب سے

یہ بات کہہ گئی ہے تری چشمِ التفات
دنیائے بے ثبات نہیں کم حباب سے

وہ بارگاہِ حسن میں کیوں ہوگا باریاب
گھبرا گیا ہے عشق کے جو پیچ و تاب سے

وہ اک ادائے خاص جسے زندگی کہیں
تحصیل ہورہی ہے تمھارے شباب سے

کوثرؔ مجھے شعور ہے اس راہِ عشق کا
جس میں حیات پائی ہے کچھ اضطراب سے

☆☆☆

○

تحریر جو بات ہوگئی ہے
وہ شرحِ نکات ہوگئی ہے

مانوس میں غم سے ہوگیا ہوں
یوں غم سے نجات ہوگئی ہے

اب چھیڑ نہ ساز میرے دل کے
مجروح حیات ہوگئی ہے

اب کون شریک درد ہوگا
تدبیر کو مات ہوگئی ہے

ہر سمت ترا ہی نور پایا
ہر شے تری ذات ہوگئی ہے

ہر اہلِ خرد کی کاوشوں کو
اس دور میں مات ہوگئی ہے

اب غنچہ و گل کی صورت کوثرؔ
رنگین حیات ہوگئی ہے

☆☆☆

یہ میرے دل کی دنیا عالمِ برق و شرر میں ہے
نشیمن جل گیا لیکن دھواں اب تک نظر میں ہے

نہ جانے دیر کیوں اب میرے مرنے کی خبر میں ہے
متاعِ زیست پوشیدہ نگاہِ چارہ گر میں ہے

لباسِ ماتمی پہنے یہ کون آیا عیادت کو
اداسی ہی اداسی آج ہر سوٗ میرے گھر میں ہے

نقابِ رخ اٹھانے کی ضرورت اب نہیں باقی
کہ ہر جلوہ ترا محفوظ اب میری نظر میں ہے

پکارا ہے شہیدوں کے لہو نے پھر ہمیں کوثرؔ
کہ سرخی کچھ شفق کی آج پھر رنگ سحر میں ہے

☆☆☆

○

عشق میں ان کے اب یہ عالم ہے
تر ہے دامن تو آنکھ پُرنم ہے

نغمۂ رنج و غم بدل دیجے
ساز ہستی کی لے اگر کم ہے

ان سے کیا عرضِ مدعا کیجئے
آج ان کا مزاج برہم ہے

کعبہ و دیر کے ہیں ہم قائل
بندگی میں ہمارا سرخم ہے

اعتبارِ دل و نظر بھی نہیں
عشق کا کون سا یہ عالم ہے

مجھ کو کوثؔر یہ سوچنا ہوگا
میرے نالوں میں کیوں اثر کم ہے

☆☆☆

اس دور کا عالم کیا کہیئے' اس دور میں شہرت سستی ہے
فن کار کے فن پر دانستہ' فن کار کی عظمت ہنستی ہے

افلاس کا سایہ دور کرو' افلاس ہی وجہ پستی ہے
جس خون سے سینچا گلشن کو' وہ خون تمہاری ہستی ہے

یہ پوچھیئے تو رکھوالوں سے' انجام بہاراں کیا ہوگا
ہر سمت ہیں شعلے گلشن میں' پھولوں سے آگ برستی ہے

غیروں کی شکایت کیا کیجئے' اپنی ہی نظر سے ہے شکوہ
جس قوم کے رہبر اندھے ہوں' کیا اس قوم کی بلندی پستی ہے

طوفان وحوادث کچھ بھی نہیں' تم عزم ویقیں کے پیکر ہو
ہو لاکھ ہوائے رنج والم' روشن یہ چراغِ ہستی ہے

الزام نہ دو تم غربت کو' الزام نہ دو تم قسمت کو
دنیا کا یہاں دستور ہے یہ' مجبور پہ دنیا ہنستی ہے

کردار میں تم انسان بنو' گفتار میں تم انسان بنو
فطرت کی کسوٹی پر دنیا' انسان کو اکثر کستی ہے

تاریخ کے عنواں بنتے ہیں' وہ ملک وطن میں اے کوثؔر
اچھائی میں جن کا نام آئے' جاوید انھیں کی ہستی ہے

☆☆☆

○

وہ دل میں اب مکیں ہونے لگا ہے
وفاؤں کا یقیں ہونے لگا ہے

وہ کچھ یوں دل نشیں ہونے لگا ہے
رگ جاں کے قریں ہونے لگا ہے

یہی معراج ہے دیوانگی کی
جنوں صحرا نشیں ہونے لگا ہے

عیادت کے لئے آ جاؤ تم بھی
کہ وقتِ واپسیں ہونے لگا ہے

ذرا پھر آزماؤ تم نظر کو
محبت کا یقیں ہونے لگا ہے

نہ پوچھو لذتِ تیرِ نظر تم
وہ دل میں جاں گزیں ہونے لگا ہے

ہر اک آنسو ہمارا آج کوثر
متاعِ آستیں ہونے لگا ہے

☆☆☆

آ ترا انتظار ہے پیارے
دل بہت بے قرار ہے پیارے

گلشن زیست کی بہار ہے تو
اس لئے تجھ سے پیار ہے پیارے

کیوں نظر سے گرا دیا تو نے
زندگی سوگوار ہے پیارے

زندگی جا کے پھر نہیں آتی
اس لئے اس سے پیار ہے پیارے

تیرا ہلکا سا اک تبسم بھی
حاصلِ صد بہار ہے پیارے

لوگ جس کو حیات کہتے ہیں
اک دھواں ہے غبار ہے پیارے

یہ تصور ترا' یہ تیری یاد
زیست کی رہگذار ہے پیارے

مجھ کو تو اور غم عطا کر دے
تجھ کو سب اختیار ہے پیارے

قلب کوثرؔ کے صحن گلشن میں
تو مکمل بہار ہے پیارے

☆☆☆

نغمۂ غم ہو نہ پھر بیدار رہنے دیجئے
دور مضرابِ الم سے تار رہنے دیجئے

انبساطِ زیست کے آثار رہنے دیجئے
اپنی چشم مست سے سرشار رہنے دیجئے

اور دھندلا جائے گا فکر و عمل کا آئنہ
بے عمل لوگوں میں اب گفتار رہنے دیجئے

آ رہا ہے دیکھنے تم کو تمھارا چارہ گر
یوں تشفّیِ دلِ بیمار رہنے دیجئے

مٹ نہیں سکتے مٹائے سے محبت کے نشاں
کاوشیں ہیں آپ کی بیکار رہنے دیجئے

جلوۂ جاناں سے یہ عالم بھی تو کچھ کم نہیں
مجھ کو محوِ انتظارِ یار رہنے دیجئے

میری جانب یوں ہی رکھئے اپنی چشم التفات
بے خزاں ہستی کا یہ گلزار رہنے دیجئے

جس نے کوثرؔ ہم کو بخشا ہے شعور و آگہی
دل ہو اس کی یاد سے بیزار رہنے دیجئے

☆☆☆

○

زندگانی کا آسرا دے دے
اپنے دامن کی کچھ ہوا دے دے

زندگی کچھ تو کام آ جائے
درد ایسا مجھے خدا دے دے

تو ہی ہو میرے سامنے موجود
یا الٰہی یہ مرتبہ دے دے

مانگنے والا کب رہا خالی
جو بھی چاہے وہ کبریا دے دے

ہے خدا سے دعا یہ کوثرؔ کی
دوست کوئی تو باوفا دے دے

☆☆☆

○

تجھ کو ہر سمت محبت سے پکارا ہم نے
زندگی کو تری یادوں میں گزارا ہم نے

دشت میں بھی تو تری یاد سے غافل نہ رہے
تیری تصویر کو ذروں پہ اتارا ہم نے

دردِ دل نے ہمیں اس درجہ سہارا تو دیا
شامِ ہجراں کو ترے غم سے نکھارا ہم نے

صحنِ گلشن میں بنے گردشِ دوراں کے حریف
حوصلہ گردشِ دوراں سے نہ ہارا ہم نے

دل کی کشتی سے جو ٹکرائی ہیں غم کی موجیں
ڈوبتے وقت بھی تجھ کو ہی پکارا ہم نے

عہدِ ماضی کے ورق دیکھ کے یاد آتا ہے
زندگی کو تری قربت میں گذارا ہم نے

اب وہ ایوانِ محبت میں کہاں شور و شغب
کر لیا جب سے محبت سے کنارا ہم نے

کر لیا جذب انھیں قلب و نظر میں کوثرؔ
ان کے جلووں کا کیا یوں بھی نظارا ہم نے

☆☆☆

نکتہ داں ہم کو شعلہ نوا چاہیئے
با صفا رہبر و رہنما چاہیئے

وقت کے شیخ کو میکدہ چاہیئے
زندگی کے لیئے اور کیا چاہیئے

اس کے جلوے نمایاں ہر اک سمت ہیں
تجھ کو چشمِ طلب حوصلہ چاہیئے

قربتیں ہی ضروری نہیں عشق میں
اس میں تھوڑا بہت فاصلہ چاہیئے

تجھ پہ ظاہر ہے میری شکستہ دلی
دینے والے مجھے کچھ سوا چاہیئے

رہگذر میں ہزاروں ترے نقشِ پا
دیکھنے کے لیئے چشمِ وا چاہیئے

ہم کو بزمِ سخن میں ہے لازم ادب
ہر قدم پر ہمیں سوچنا چاہیئے

شاعری بھی اگر درسِ عبرت نہیں
شعر کہنا ہمیں چھوڑنا چاہیئے

بگڑی بَن جائے گی خود بخود ایک دن
تیرے کوثرؔ کو تیری رضا چاہیئے

☆☆☆

دیوانگی میں چاک گریباں کئے ہوئے
بیٹھا ہے کوئی خود کو پریشاں کئے ہوئے

ہم نے ترے جمال کو بخشی ہے روشنی
خونِ جگر سے شمع فروزاں کئے ہوئے

میں وادئ جمال سے گذرا ہوں بارہا
رنگینئ حیات کا ساماں کئے ہوئے

یہ ہاؤ ہو، یہ شورِ سلاسل انھیں سے ہے
وحشی ہیں تیرے رونق زنداں کئے ہوئے

وہ جس میں ذوقِ آگہی، عزمِ بلند تھا
بڑھتا رہا حیات کو آساں کئے ہوئے

تیرا مریضِ عشق جہاں سے گذر گیا
اک سوزِ ناتمام کو پنہاں کئے ہوئے

حسنِ جنوں نواز کو اتنی خبر نہیں
کوثر کھڑا ہے چاک گریباں کئے ہوئے

☆☆☆

نظر کے ذوق کو یوں بھی تو آزمانا ہے
کسی کے چہرے سے پردے کو اب اٹھانا ہے

سکوتِ شب کا تسلسل بھی اک فسانہ ہے
نہ جانے کون سی منزل پہ اب زمانہ ہے

بڑے حسین ہیں عنواں مرے فسانے کے
ہر اک زباں پہ مرے درد کا فسانہ ہے

ہمارے نام سے نفرت نہ تھی زمانے کو
وہ ہم سے روٹھے تو روٹھا ہوا زمانہ ہے

جن آنسوؤں میں ہے شامل ہمارا خونِ جگر
ان آنسوؤں سے بھی دامن ترا بچانا ہے

ہر آئنہ میں ترا عکس ہے ترا پَرتو
ستم تو یہ ہے تلطف بھی غائبانہ ہے

چمن میں گوشہ نشیں ہوں مجھے تو فکر نہیں
جلے گا وہ جو بلندی پہ آشیانہ ہے

میں اپنی فکر کی وادی میں ہوں مگن کوثرؔ
مری غزل میں مرا رنگ شاعرانہ ہے

☆☆☆

○

کوئی فرصت ہی نہیں ہے غمِ دوراں کے لئے
زندگی وقف ہے گویا غمِ جاناں کے لئے

سامنے آپ کے اک بات نہ منہ سے نکلی
حسرت دل کے لئے خوابِ پریشاں کے لئے

آ بھی جاؤ کبھی تجدیدِ محبت کرنے
وحشتِ دل کے لئے چاک گریباں کے لئے

اس میں تو خونِ شہیداں کی ضرورت ہوگی
حوصلہ چاہئے تعمیرِ گلستاں کے لئے

گو اندھیروں سے رہائی نہیں ممکن کوثرؔ
پھر بھی بیتاب ہوں میں شمع فروزاں کے لئے

☆☆☆

جبیں کو وقف کریں ہم اس آستاں کے لئے
جو بن کے آئے ہیں رحمت ہر اک جہاں کے لئے

قبول کر لیا دل نے بصد خوشی ان کو
وہ دھڑکنیں جو ملیں قلبِ ناتواں کے لئے

کہاں کہاں سے چنا ہم نے چار تنکوں کو
کہاں کہاں نہ پھرے اپنے آشیاں کے لئے

بھلا میں کیسے سناؤں گا داستاں غم کی
کہ عمر چاہیے ترتیبِ داستاں کے لئے

میں اپنے دل کا لہو اس کو پیش کر دوں گا
اگر ضروری ہے یہ نظمِ گلستاں کے لئے

نگاہِ دیدہ وراں سے بھی مشورہ لیجے
نظر فریب مناظر ہیں امتحاں کے لئے

بھری بہار میں کوثرؔ اسیرِ زنداں ہوں
تڑپ رہی ہے نظر دیدِ گلستاں کے لئے

بڑا خلوص تھا ان کے دلوں میں اے کوثرؔ
وہ راہرو جو چنے ہم نے کارواں کے لئے

☆☆☆

○

اب گلستاں میں میرے یہی روشنی رہے
اہلِ چمن کی بات الٰہی بنی رہے

کچھ دیر تو نقاب ہی رخ پر پڑی رہے
کچھ دیر تو کشاکشِ جلوہ گری رہے

بزمِ تصورات جو یوں ہی سجی رہے
قلب و نظر میں ایک عجب تازگی رہے

دل میں جو ہجر دوست کی آتش دبی رہے
یہ وادیٔ حیات بھی سلگی ہوئی رہے

میری نظر میں ذوقِ تجسس رہے اگر
قائم مری نظر کی سلامت روی رہے

اک آئینہ کی مثل رہو کائنات میں
حیرت سے تم کو سب کی نظر دیکھتی رہے

وہ میرے پاس آئے ہیں گیسو سنوار کے
مہمان آج رات مری چاندنی رہے

محفل میں ان کی ہوں گے بہت سے نظر شناس
ممکن ہے پھر بھی بزم میں میری کمی رہے

دار و رسن کی حد میں بھی کوثر نے یہ کہا
ہوش و خرد کی بات اگر ہی بنی رہے

☆☆☆

محسوس یہ ہوا ہمیں اپنی نگاہ سے
پردہ الٹ نہ دے کہیں وہ جلوہ گاہ سے

گذرا ہوں جب کبھی میں تری شاہراہ سے
جلوے ٹپک پڑے مری اپنی نگاہ سے

جب قتل کر چکے تو تمنا کا ذکر کیا
کیوں حال پوچھتے ہو کسی بے گناہ سے

تیرے کرم کی آس پہ گذری ہے زندگی
کچھ تو کرم کی بھیک ملے بارگاہ سے

یہ میرے شوقِ دید کا حاصل نہ ہو کہیں
کیوں اٹھ گیا حجاب تری جلوہ گاہ سے

اک جنبشِ لطیف کا میں منتظر رہا
کوثرؔ وہ کھیلتے رہے زلفِ سیاہ سے

☆☆☆

○

اپنے دیوانے پہ اتنا ہی تو احساں کر دے
وحشتِ دل کے لئے کوئی تو ساماں کر دے

میں پریشاں ہوں انھیں آج پریشاں کر دے
کچھ علاج ایسا بھی اے گردشِ دوراں کر دے

پہلے تو حسن کے شعلوں کو فروزاں کر دے
پھر ہمیں سوختہ جاں سوختہ ساماں کر دے

اس کے اندازِ تغافل سے بھی خوشبو آئے
اتنا احساں تو ہوائے شبِ ہجراں کر دے

روشنی ہونے لگے داغِ جگر سے میرے
شمع الفت کو خدا اور فروزاں کر دے

ہوش آ جائے گا اربابِ خرد کو کوثرؔ
میری وحشت جو کبھی خود کو نمایاں کر دے

☆☆☆

○

نظامِ گلستاں بدلا ہوا ہے
یہ کیوں ہر پھول مرجھایا ہوا ہے

مثالِ آئنہ سمجھو مرا دل
مگر یہ آئنہ ٹوٹا ہوا ہے

گلستاں پر گری ہے برق شاید
جدھر دیکھو دھواں چھایا ہوا ہے

سکونت ہے اگر شیشے کے گھر میں
تو پھر انسان کیوں سہما ہوا ہے

نجومی ہی بتائے مجھ کو کوثرؔ
مری قسمت میں کیا لکھا ہوا ہے

☆☆☆

○

کس کس نے تیرے نام سے اچھا کہا مجھے
تیری طلب نے دہر میں رسوا کیا مجھے

روزِ ازل فرشتوں نے سجدہ کیا مجھے
اک رازِ برتری تھا جو سمجھا دیا مجھے

جس رخ سے کائنات میں تو تھا مرا حریف
اس رخ سے تیرا نام بھی اچھا لگا مجھے

محسوس یہ ہوا وہ مرے ساتھ ساتھ ہیں
ایسا کئی مقام پہ دھوکا ہوا مجھے

میرے لبوں پہ آئی نہ فرقت کی داستاں
تنہائیوں کے کیف نے کیا کیا دیا مجھے

چہرے پہ اپنے دیکھیں خراشیں عجیب سی
آئینہ وقت نے جہاں دکھلا دیا مجھے

کیا ہو گلہ کہ یہ بھی مقدر کی بات ہے
کوثرؔ میں خوش ہوں دل ہی شکستہ ملا مجھے

☆☆☆

○

آئی بلا زمیں سے کبھی آسمان سے
گذرا ہوں زندگی میں اسی امتحان سے

دامن ترا میں چھوڑ کے جاؤں گا پھر کہاں
اک بار اپنا کہہ دے مجھے تو زبان سے

تعمیر و ارتقاء کی وہ راہیں حسین ہیں
حاصل ہوئی ہیں تم کو جو اردو زبان سے

اے میرِ کارواں یہ نہیں ہے سفر کا وقت
شعلے برس رہے ہیں ابھی آسمان سے

کوثرؔ غمِ حیات کا مارا ہوا ہوں میں
رُودادِ غم بیاں نہیں ہوتی زبان سے

☆☆☆

پیکرِ سوز و ساز ہو جائے
دل سراپا نیاز ہو جائے

تو اگر چارہ ساز ہو جائے
درد خود دلنواز ہو جائے

رخ سے پردہ ہٹادیں آپ اگر
ہر حقیقت مجاز ہو جائے

دل ہے بیگانۂ سکوں اب تک
کاش خاکِ حجاز ہو جائے

درد ہی کو دوا سمجھ لوں گا
تو اگر چارہ ساز ہو جائے

حسن خود چارہ ساز ہو کوثرؔ
عشق اگر بے نیاز ہو جائے

☆☆☆

گلوں کا ذکر کیا ہے پتہ پتہ پر نکھار آئے
بہار آئے تو اس انداز سے یارب بہار آئے

نوید فصلِ گل سنتا تو ہوں شورِ عنادل سے
مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کو سازگار آئے

تغافل جس کا شیوہ ہو، تغافل جس کی فطرت ہو
مجھے کیا اس وفا نا آشنا پر اعتبار آئے

ملا ان کو نہ کوئی غمگسارِ رنجِ تنہائی
ترے دیوانۂ الفت دو عالم میں پکار آئے

اسیرانِ قفس حسرت سے کہتے ہیں چمن والو
ہمیں بھی یاد کر لینا جو گلشن میں بہار آئے

پلا دے مست نظروں سے مجھے وہ جام اے ساقی
نہ پھر میں ہوش میں آؤں نہ پھر مجھ کو خمار آئے

انھیں بھی بدگمانی ہے ہمیں بھی بدگمانی ہے
انھیں کیا اعتبار آئے، ہمیں کیا اعتبار آئے

گریباں چاک کرنا ہے تو کوثرؔ چاک کر ڈالو
کہاں تک انتظار اس کا کہ گلشن میں بہار آئے

☆☆☆

○

ارمان و آرزو سے بھرا دل لئے ہوئے
کیا کچھ نہیں ہے سینۂ بسمل لئے ہوئے

اے ناشناسِ بحر سفینہ کو غرق کر
طوفاں کی موج موج ہے ساحل لئے ہوئے

اے غمگسار کیا کہوں افسانۂ حیات
ہر گام پر ہوں اک نئی مشکل لئے ہوئے

اعجاز میرے جذبِ طلب کا یہ دیکھئے
ہر اک قدم ہے جلوۂ منزل لئے ہوئے

اے ہم نشیں وہ دور ہے یاد آج تک مجھے
ہر آبلہ تھا دل کا جب اک دل لئے ہوئے

راہوں کی تیرگی کا نہیں کوئی غم مجھے
میں بڑھ رہا ہوں روشنئ دل لئے ہوئے

اے بے خودئ شوق کہاں تک یوں ہی رہوں
منزل سے دور جذبۂ منزل لئے ہوئے

جب سے ہوا ہے بحرِ محبت سے ہمکنار
کوثؔر کی ہر نگاہ ہے ساحل لئے ہوئے

☆☆☆

○

دستِ جنوں بھی کم نہیں اک شاہکار سے
وحشت بھی دیکھتی ہے گریباں کو پیار سے

واقف کہاں ہیں لوگ مرے اعتبار سے
مجھ کو سکوں ملا ہے فریبِ بہار سے

جس نے کہ کُوئے یار کو سب کچھ سمجھ لیا
وہ غم نصیب جائے کہاں کوئے یار سے

اس دور میں ہے نظم چمن ان کے ہاتھ میں
جو آشنا نہیں ہیں نظامِ بہار سے

آلامِ زندگی کا مداوا نہ ہو سکا
گذرا میں بار بار تری رہگذار سے

جس کو بہار کہتے ہیں اربابِ گلستاں
کوثر کا واسطہ نہیں ایسی بہار سے

☆☆☆

میری آنکھوں سے جو آنسو کبھی رس کر نکلے
یوں لگا جیسے کہ صحرا سے سمندر نکلے

پھونک سکتے تھے گلستاں کہ جو گوشہ گوشہ
ایسے شعلے مری آہوں سے تو اکثر نکلے

ہم نے سمجھا تھا جہاں میں جنھیں اپنا ہمدرد
وقت آیا تو وہی لوگ ستم گر نکلے

آستاں پر جو ترے وقت گذارا میں نے
سچ تو یہ ہے وہی لمحے مرے رہبر نکلے

عالمِ وحشتِ دل میں بھی رہا تیرا خیال
جب بھی نکلے ترے کوچہ سے گذر کر نکلے

جتنے پیکاں بھی ملے دل میں سجائے کوثرؔ
جو بھی نکلے تری نظروں کے ہی نشتر نکلے

☆☆☆

○

سن کے عنواں مرے فسانے کے
حوصلے بڑھ گئے زمانے کے

چار تنکوں کی خیر ہو یا رب
چار تنکے ہیں آشیانے کے

تم اسے سرگذشت غم کہہ لو
نقش ہیں بے وفا زمانے کے

ہم رہینِ ستم رہے جب تک
ہم ہی عنواں تھے ہر فسانے کے

منتشر کر کے کیا ملا تم کو
چند اوراق تھے فسانے کے

اپنی نظروں کو دیجئے جنبش
ہم تو عادی ہیں تیر کھانے کے

داستاں غم کی کیا کہوں کوثر
یہ سب احسان ہیں زمانے کے

☆☆☆

دل گلشنِ ہستی کا حاصل نظر آتا ہے
جب آپ کا جلوہ بھی شامل نظر آتا ہے

انجام سے بے پروا اب دل نظر آتا ہے
غافل تو نہیں لیکن غافل نظر آتا ہے

از خونِ جگر کر دم سامانِ بہار او
وہ بھول سکیں ہم کو مشکل نظر آتا ہے

کشتیٔ غمِ الفت پھر ڈوب کے ابھرے گی
آغوش میں موجوں کی ساحل نظر آتا ہے

افسانۂ ہستی بھی اے دوست حقیقت ہے
ہر شخص کو پردہ سا حائل نظر آتا ہے

اس دل سے نکل جانا اور تیری تمنا کا
مشکل ہے بہت مشکل، مشکل نظر آتا ہے

ہر شخص یہ کہتا ہے اشعار مرے سنکر
اس فن میں ہمیں کوثؔر کامل نظر آتا ہے

☆☆☆

آج کی بات کل پہ ٹالی ہے
دوست نے دشمنی نکالی ہے

اب جہاں میں نہیں ہے مہر و فا
یہ گلستاں گلوں سے خالی ہے

جب تصادم ہوا نگاہوں کا
برق نے بھی نظر چرالی ہے

یہ کرشمہ ہوا محبت میں
دل نے اک انجمن سجالی ہے

چشم ساقی پلا رہی ہے مجھے
کون کہتا ہے جام خالی ہے

گو قفس میں ہوں پھر بھی پیش نظر
پتہ پتہ ہے ڈالی ڈالی ہے

حسن کی بارگاہ میں کوثرؔ
جو نظر ہے مری سوالی ہے

☆☆☆

الجھی زلفوں کو سنوارو تو کوئی بات بنے
رات کا حسن نکھارو تو کوئی بات بنے

صرف اپنے ہی نشیمن پہ نظر کیا معنی !
صحن گلشن کو سنوارو تو کوئی بات بنے

مانی و بہزاد کا فن کچھ بھی سہی
غم کی تصویر اتارے تو کوئی بات بنے

شب کی تاریک فضا میں، شب تنہائی میں
دل سے ان کو جو پکارو تو کوئی بات بنے

پھول جس طور سے کانٹوں میں بسر کرتے ہیں
زندگی ایسی گذارو تو کوئی بات بنے

اتنا افسردہ ہے کیوں یہ دلِ غمگیں کوثرؔ
جس طرح گذرے گذارو کوئی تو بات بنے

☆☆☆

○

کچھ اس ادا سے مرے دل میں وہ سما کے چلے
دل و نگاہ کے سب فاصلے مٹا کے چلے

تمھیں بتاؤ اسے کیا غرض بہاروں سے
جو گلستاں میں بھی دامن بچا بچا کے چلے

مجھے جفاؤں کا اس سے گلہ نہیں کچھ بھی
مرے چراغِ محبت کو جو بجھا کے چلے

یہ تھوڑے وقت کی خوش طالعی بھی کیا کم ہے
وہ میرے سامنے رخ سے نقاب اٹھا کے چلے

متاعِ فکر و نظر کی جِلا کا اے کوثر
نگاہ والوں کو ہم آئنہ دکھا کے چلے

☆☆☆

○

ہنس کے یہ زہر بھی نگلنا ہے
ناظم میکدہ بدلنا ہے

راہبر کے فریب کھا کر بھی
رہگذر میں ہمیں سنبھلنا ہے

دل کی ناکامیوں کو ساتھ لئے
میکدے تک تو ہم کو چلنا ہے

سایۂ گل میں خار بھی ہوں گے
گلستاں میں سنبھل کے چلنا ہے

موت کے اک حسین سانچے میں
ایک دن زندگی کو ڈھلنا ہے

جن کی تخلیق پتھروں سے ہوئی
ان کی فطرت میں کب پگھلنا ہے

آج دانشوروں سے یہ کہہ دو
تلخیوں کا مزا بدلنا ہے

یہ تقاضائے وقت ہے کوثر
اب نظامِ چمن بدلنا ہے

☆☆☆

○

مے پہ شک ہے نہ جام پر شک ہے
میکدے کے نظام پر شک ہے

تیرے الفاظ معتبر ہیں مگر
تیرے حسنِ کلام پر شک ہے

راہبر تو ہے اور میں رہرو
کیوں مرے گام گام پر شک ہے

باخدا باصفا نہیں مرتے
کیوں حیاتِ دوام پر شک ہے

بزمِ شعر و سخن میں اے کوثرؔ
کس کو میرے مقام پر شک ہے

☆☆☆

اشک غم ایسے چشم تر سے گئے
غم کے بادل تھے یوں ہی برسے گئے

تیرے دیدار کے تمنائی
دل شکستہ ہی تیرے در سے گئے

ان کے جلووں کا عکس ہے ابتک
مثل خورشید جو ادھر سے گئے

اپنی ہستی کے پھول بھی آخر
پنکھڑی کی طرح بکھر سے گئے

سوزش غم میں کچھ کمی سی لگی
دل کے شاید یہ زخم بھر سے گئے

کیا سکوں بزم میں انھیں ملتا
جو نظر سے تری اتر سے گئے

ان کو منزل کا کچھ نشاں نہ ملا
آگے آگے جو راہبر سے گئے

میکدہ ساز تھے ہمیں کوثرؔ
ظرف ٹوٹا تو اس نظر سے گئے

☆☆☆

محبت مجھ کو ان سے اور وہ بھی والہانہ ہے
تو راہِ عشق میں ہر غم مسرت سے اٹھانا ہے

نہ آئیں آپ میرے سامنے کچھ غم نہیں مجھکو
تعلق آپ سے میرا بہت کچھ غائبانہ ہے

رہِ الفت میں دشواری تو ہر اک موڑ پر ہوگی
بہت کچھ سوچ کر تم کو قدم آگے بڑھانا ہے

بہار آتے ہی ہر اہلِ جنوں پر سنگ برسیں گے
وہی ہے دور پتھر کا جو پھولوں کا زمانہ ہے

ہیں دل میں آپ ہر دم سامنے آنے سے ہے پردہ
بتائیں تو ذرا کوئی تکلف کا ٹھکانہ ہے

تبسم ہے لبوں پر اور ماتھے پر شکن کوثرؔ
توجہ میں تضادِ کیفیت کا کچھ ٹھکانا ہے

☆☆☆

کل ہوگا کیا چمن کے نظاروں سے پوچھئے
دورِ خزاں کا جور بہاروں سے پوچھئے

کیا انتظارِ دوست میں مجھ پر گذر گئی
کیسے گذاری رات ستاروں سے پوچھئے

کتنا تلاشِ یار میں پھرتا رہا ہوں میں
دشت و جبل کے سارے نظاروں سے پوچھئے

کیوں آشیاں بنا کے اجاڑا ہے دوستو
اس درد کا فسانہ بہاروں سے پوچھئے

رسوا نہ ہو کہیں مرے ساقی کا میکدہ
جو حال ہے مرا وہ اشاروں سے پوچھئے

عبرت اثر ہے شامِ غریباں کا دیکھنا
جو حال ہے یہاں کا مزاروں سے پوچھئے

کوثرؔ سرور و کیف کے طالب اگر ہیں آپ
انجام اس کا بادہ گساروں سے پوچھئے

☆☆☆

جب کبھی مجھ کو بلایا یار نے
اک نئے غم سے ملایا یار نے

میرے آنسو زیبِ محفل بن گئے
جب بھی محفل کو سجایا یار نے

دیکھتے ہی دیکھتے سب رہ گئے
رخ سے یوں پردہ ہٹایا یار نے

اس کو کہتے ہیں وفاؤں کا صلہ
ہم کو نظروں سے گرایا یار نے

موتیوں سے میرا دامن بھر گیا
شکر ہے مجھکو رلایا یار نے

آشنائے شکوہ میرے لب نہیں
گو بہت مجھ کو ستایا یار نے

آرزو کوثرؔ کی پوری ہوگئی
اپنے سینے سے لگایا یار نے

☆☆☆

یہ زندگی کی سزا اور کم ذرا کر دے
کچھ اس طرح کہ مرے غم کی انتہا کر دے

یہ اختلاطِ محبت نہ جانے کیا کر دے
خدا سکون کے پہلو اگر عطا کر دے

تری نگاہ کی مستی کا یہ تقاضہ ہے
سرور و کیف کی منزل سے آشنا کر دے

قدم قدم پہ محبت کے امتحاں ہوں گے
تو کامیاب مجھے اے مرے خدا کر دے

اسیرِ زلف بتاں ہوگیا ہوں قسمت سے
اسیر گردش دوراں بھی اے خدا کر دے

بنے کچھ اور ہی عنوانِ عشق اے کوثرؔ
حضورِ حسن اگر عرضِ مدعا کر دے

☆☆☆

○

زیست اپنی حرام ہوتی ہے
آ بھی جاؤ کہ شام ہوتی ہے

عشق کی ایک ایک لغزش بھی
قابلِ احترام ہوتی ہے

اس سے پوچھو شفق کی رنگینی
جس کی صحرا میں شام ہوتی ہے

جب ستاتی ہے گردشِ دوراں
زندگی وقفِ جام ہوتی ہے

زندگی میکدے کی اے کوثرؔ
زُہد کا انتقام ہوتی ہے

☆☆☆

لکھے جائیں گے فسانے نئے عنوانوں سے
کھیلنے دیجئے وحشت کو گریبانوں سے

یہ دل آویز فضائیں نہ یہ جامِ صہبا
کوئی نسبت نہیں فردوس کو میخانوں سے

موسمِ گل میں بھی توبہ کا لحاظ اے واعظ
کھیلنے دے ارے ظالم مجھے پیمانوں سے

لذت تشنہ لبی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم
تشنہ کام آئے ہیں جب آئے ہیں میخانوں سے

مشورہ سیر چمن کا نہ دیں احباب مجھے
دلِ بےبیتاب تو مانوس ہے ویرانوں سے

مل گئی جتنی بھی جس کو وہ خوشی سے پی لی
ہم نے آدابِ وفا سیکھے ہیں میخانوں سے

کوئی تسکین کی صورت نہیں باقی کوثرؔ
دل بہلتا ہے نہ شہروں سے نہ ویرانوں سے

☆☆☆

○

سرور ولطفِ بہاراں سے وہ کہاں گذرے
جو دیکھتے ہوئے تزئینِ گلستاں گذرے

وفا کے دور میں دل پہ جو امتحان گذرے
بڑے حسین تھے لمحے مگر گراں گذرے

ہر ایک منزل مشکل تھی ان کی قسمت میں
سکوں کی راہ سے جتنے بھی کارواں گذرے

وہ آئنے جو حقیقت نمائی کرتے ہیں
وہ آئنے کسی محفل میں کیوں گراں گذرے

قفس میں رہ کے میں کوثرؔ ہوں بے نیاز چمن
مری بلا سے خزاں آئے یا خزاں گذرے

☆☆☆

○

جب بھی پروانہ کوئی جلتا ہے
شعلۂ شمع کیوں مچلتا ہے

اب شب ہجر میں یہ دل اکثر
درد سے کرب سے مچلتا ہے

اسطرح دل کا داغ روشن ہے
جیسے کوئی چراغ جلتا ہے

لذتِ ہجر پوچھئے اس سے
شب میں جو کروٹیں بدلتا ہے

ان سے اور التفات کی امید
کوئی پتھر کبھی پگھلتا ہے

ان کی یادوں کا ہر حسیں لمحہ
عکس کوثر میں آج ڈھلتا ہے

☆☆☆

○

اک ان کے غم کو صرف گلے سے لگائیے
آلامِ روزگار سے دامن بچائیے

جن پر ہزار ناز کرے آستانِ یار
اپنی جبیں میں ایسے بھی سجدے سجائیے

وہ زندگی جو کرب و الم میں گذار دی
اس زندگی کے لمحوں کو اب بھول جائیے

اب انتظارِ دید کی طاقت نہیں مجھے
رخ سے نقاب اپنے خدارا اٹھائیے

غمہائے روزگار کا شکوہ نہ کیجئے
بربادیوں کا ذکر زباں پہ نہ لائیے

کوثرؔ ہے دل میں ساقیٔ کوثر کی آرزو
آدابِ میکشی کو نہ دل سے بھلائیے

☆☆☆

○

کس لئے سعیٔ رائگاں کرتے
حالِ غم ان سے کیا بیاں کرتے

ہم جو رُودادِ غم بیاں کرتے
طنز ہم پر ہی مہرباں کرتے

آپ سے میں جو حالِ دل کہتا
آپ کچھ اور ہی گماں کرتے

برق و باراں سے کب ملی فرصت
کس طرح فکر آشیاں کرتے

اپنی بربادیوں کو ہم کب تک
آپ کے سامنے بیاں کرتے

ہر طرف تیرگی مسلط تھی
ہم اجالے کہاں کہاں کرتے

ہر حقیقت فسانہ ہوتی ہے
کس حقیقت کو ہم بیاں کرتے

خود کو کوثرؔ تلاش کرنے میں
جستجو ہم کہاں کہاں کرتے

☆☆☆

○

حسن دیکھا قرار کھو بیٹھے
دل کو بے اختیار کھو بیٹھے

جو ترا انتظار کھو بیٹھے
زندگی کی بہار کھو بیٹھے

رحم کی ان سے التجا کر کے
ہم خود اپنا وقار کھو بیٹھے

جب سے نظریں ملی ہیں ساقی سے
ہم تو صبر و قرار کھو بیٹھے

دل سے مجبور ہو کے ہم آخر
زندگی کا وقار کھو بیٹھے

جب سے دیکھا ہے ان کو اے کوثرؔ
اپنا صبر و قرار کھو بیٹھے

☆☆☆

اپنے فن اپنے بیاں سے کریں سرشار مجھے
اب تو ایسے نظر آتے نہیں فنکار مجھے

جب رہِ زیست میں پیچیدگیاں حد سے بڑھیں
پھر تو یاد آئے بہت گیسوئے خمدار مجھے

روشنی دینے لگے داغِ جگر بھی میرے
جب کیا حسن کے شعلوں نے شرربار مجھے

کھودئے ایک ہی جلوے نے مرے ہوش وخرد
ایک مخمور نظر کر گئی سرشار مجھے

کس طرح پیش کروں تجھ کو خیالوں کے کنول
لفظ ملتے ہی نہیں قابلِ اظہار مجھے

☆☆☆

وہ مے جس میں حیاتِ جاوداں معلوم ہوتی ہے
وہ آنکھوں میں تری پیرِ مغاں معلوم ہوتی ہے

اسے ساحل بھلا کیسے ملے بحرِ محبت میں
یہ کشتی تو ہمیں بے بادباں معلوم ہوتی ہے

وہ ہستی جو کہ رمزِ آگہی کو رازِ کل سمجھے
وہ ہستی واقفِ سرِّ نہاں معلوم ہوتی ہے

وفورِ بے خودی میں اب یہ عالم ہے محبت کا
جبیں وقفِ حدودِ آستاں معلوم ہوتی ہے

ہمیں الفاظ کے گل، گلفشانی کو نہیں ملتے
طبیعت لاکھ یوں تو گلفشاں معلوم ہوتی ہے

جنونِ عشق کا حاصل ہے سجدوں کی فراوانی
یہی اب جادۂ عمر رواں معلوم ہوتی ہے

مرے دل کو ضیا بخشی یہ کس کے نور نے کوثؔر
سراپا زندگی معجز بیاں معلوم ہوتی ہے

☆☆☆

○

دیا جب بھی جلایا اپنے فن سے
ہمیشہ داد لی اہل سخن سے

وفاؤں کا صلہ شاید ستم ہے
ہمیں کہنا پڑا اہلِ وطن سے

دھواں کیوں آشیاں سے اٹھ رہا ہے
کوئی پوچھے یہ اربابِ چمن سے

ہماری زندگی نازِ وطن ہے
وطن ہم سے ہے قائم ہم وطن سے

ارے ناداں مجاہد کی صفت ہے
کہ آئے باندھ کر سر کو کفن سے

حیاتِ جاوداں کوثرؔ یہی ہے
رہے انسان زندہ علم و فن سے

☆☆☆

ان کا انداز تبسم راز ہے
"جب نیاز عشق تھا اب ناز ہے"

عاشقی کا یہ نیا انداز ہے
عشق کو اپنی نظر پر ناز ہے

چھیڑ سکتا ہوں میں نبضِ کائنات
میرے ہاتھوں میں اک ایسا ساز ہے

یہ متاعِ درد ہے تیرا کرم
میں ہوں اور دل کا شکستہ ساز ہے

عشق کا اللہ رے عجز و نیاز
ہر ادائے حسن، محوِ ناز ہے

ہے صدائے لن ترانی ہر طرف
ان کے چھپنے کا بھی کیا انداز ہے

ہاں سناؤ غم کی کوثرؔ داستاں
اب زمانہ گوش برآواز ہے

☆☆☆

انھیں خم عطا ہوں جنکو نہیں کچھ شعورِ بادہ
بڑا ظلم ہے یہ ساقی مجھے جام تک نہ پہونچے

مجھے ضبطِ غم کا یارا مرے ظرف نے تھا بخشا
مری آرزو کے قصے جو عوام تک نہ پہونچے

یہ ہے شومیٔ مقدر، یہ ہے میری بدنصیبی
کہ بڑھاؤں ہاتھ اپنا تو وہ جام تک نہ پہونچے

کوئی کیفیت تو دیکھے مرے بختِ نارسا کی
کہ سلام ان کو بھیجوں تو سلام تک نہ پہونچے

نہ کبھی ہمیں بلائیں نہ کبھی وہ آپ آئیں
یہ مزید اس پہ قدغن کہ سلام تک نہ پہونچے

غمِ عشق کی یہ شدت یہ غمِ جہاں کی یورش
مرا ہاتھ رفتہ رفتہ کہیں جام تک نہ پہونچے

وہی رمزِ عاشقی ہے وہی لطفِ بندگی ہے
جو خواص تک تو پہونچے جو عوام تک نہ پہونچے

یہ فضائے موسمِ گل یہ نظر فریب منظر
وہ ہے بدنصیب کوثرؔ کہ جو جام تک نہ پہونچے

☆☆☆

اک دھواں اٹھتا ہے پہلو سے سکوتِ شام ہے
اے دل ناداں یہی تو عشق کا انجام ہے

اس جہاں کی زندگی کیا ہے فقط دو گام ہے
آدمی مجبور ہے جینا برائے نام ہے

ہر قدم پر مشکلیں ہیں یورشِ آلام ہے
زندگی میرے لئے گویا برائے نام ہے

ابر بھی چھایا ہوا ہے میکدہ ہے جام ہے
مست نظروں سے پلادے کتنی رنگیں شام ہے

بعد توبہ کے کبھی لغزش نہ آئے ہاتھ میں
ان کی محفل میں یہی دستورِ شغل جام ہے

وہ وفاؤں پر مری جو روستم ڈھاتے رہے
یہ وفاؤں کا مری کتنا حسیں انعام ہے

شمع جلتی ہی رہے جلتے ہی پروانے رہیں
عشق میں یوں خاک ہونا عشق کا انجام ہے

ان کے اک جاتے ہی میخانہ اجڑ کر رہ گیا
اب نہ میکش ہیں نہ ساقی ہے نہ دور جام ہے

عشق نے پہنچا دیا ایسی جگہ کوثرؔ مجھے
اب جہاں میں ہوں وہاں آرام ہی آرام ہے

☆☆☆

عدم کے کوچ کی ہم فکر میں اتنا تو کر جاتے
وہاں جاتے تو کچھ تو باندھ کر رختِ سفر جاتے

اگر چشمِ کرم تیری نہ ہوتی راہِ الفت میں
بھٹک کر جادۂ منزل سے جانے ہم کدھر جاتے

جنونِ عشق کتنا معتبر ہے یہ سمجھ لیتے
تو پھر بحرِ تلاطم سے باآسانی گذر جاتے

اگر سنتے وہ میری سرگذشتِ دردِ مہجوری
جدھر جاتے شکستہ دل لئے باچشم تر جاتے

یہ حسرت تھی نظامِ گلشنِ عالم بدل جاتا
ہمارے دست و بازو کم سے کم یہ کام کر جاتے

مرے آزار کا کوئی مداوا ہی نہیں کوثرؔ
یقیں ہے چارہ گر آتے تو لے کر چشم تر جاتے

☆☆☆

سنہ ۲۰۰۲ء

حصہ دوم

قطعات ورباعیات

از

نتیجۂ فکر

پروفیسر محمد ظہیرالدین کوثر شاہجہانپوری

پرنسپل، لارسن کامرس کالج، کراچی

سابق صدر شعبۂ اردو

ایسوسی ایٹ پروفیسر (ریٹائرڈ)

عائشہ باوانی گورنمنٹ کامرس کالج، کراچی

مالکِ کون ومکاں

نور سے تیرے کون ومکاں ضوفشاں
ذرے ذرے سے تیری صفت ہے عیاں
حمد تیری بھلا مجھ سے ہو گی بیاں
اتنا مقدور مجھ ناتواں کو کہاں

ذوقِ عبادت

مرے خدا تو مجھے ایسی زندگی دے دے
جبینِ شوق پھر بندگی دے دے
وہ ایک سجدہ جو معراج ہے عبادت کی
اس ایک سجدہ کو کعبہ کی روشنی دے دے

حدیثِ الفت

اس زمانے میں کوئی عشق سے واقف نہ ملا
کاش کچھ لوگ اگر واقفِ الفت ہوتے
پھر تو کچھ اور ہی اندازِ محبت ہوتا
منکشف کتنے ہی اسرارِ محبت ہوتے

بیگانۂ ادراک

جو لوگ سمجھتے نہیں آدابِ محبت
حالات کے ماتھے کی شکن بن کے رہے ہیں
ہر سمت جنھیں آئے نظر آگ کے شعلے
ادراک کے آنگن میں گھٹن بن کے رہے ہیں

گردشِ دوراں

تاریک فضاؤں نے تنویر تو پائی ہے

ہر سمت چراغاں ہے ہر سمت ہیں پروانے

مشکوک نگاہیں ہیں اب گردشِ دوراں کی

گردش کا اثر یہ ہے اپنے بھی ہیں بیگانے

حسنِ فطرت

کب تک آخر یہ غفلتِ پیہم

کیوں ہے نا آشنا حقیقت سے

یہ مصائب ہیں مجھ کو جاں سے عزیز

درس لیتا ہوں حسنِ فطرت سے

جوشِ طلب

فطرتِ حسن ہے نگاہوں میں
جانتا ہوں کہ بے مروت ہے
پھر بھی رودادِ غم بیاں کردوں
ہمنشیں آگے میری قسمت ہے

پیکرِ غم

لذّتِ غم سے آشنا ہوں میں
زندگی غم میں ڈھل چکی ہے مری
اس عیادت کا شکریہ اے دوست
اب طبیعت سنبھل چکی ہے مری

حاصلِ آوارگی

کوثرؔ فریب دیتی رہی زندگی ہمیں
کھاتے رہے فریب بڑی سادگی سے ہم
ہم زندگی کے راز کو تحریر کیا کریں
واقف ہوئے زیست کی آوارگی سے ہم

مجبورِ محبت

اس کی بیتاب نگاہی کو نہ سمجھا کوئی
ایک مجبورِ محبت کا تماشا دیکھا
کام اک روز بھی آیا نہ مسیحا اس کے
تیرا بیمار کسی دن بھی نہ اچھا دیکھا

رند کا خواب

میری تشنہ لبی پہ کر کے نظر
مجھ کو جامِ شراب دے ساقی
آگ بھر دے تو میرے ساغر میں
میرے غم کا جواب دے ساقی

نظر کا تصادم

ہوا ترک تعلق پہ بھی اکثر تبصرہ ان کا
ہوئی ان کی نگاہوں سے بھی اکثر گفتگو میری
محبت نے مجھے اب اس جگہ پہنچا دیا کوثرؔ
نہ حسرت ہے کوئی باقی نہ کوئی آرزو میری

بہارِ نظر

تم جو آئے تھے دل کے گلشن میں
اس کی اب تک بہار باقی ہے
جو تمھاری نظر نے بخشا تھا
آج تک وہ خمار باقی ہے

مآلِ طلب

نگاہِ دوست دشمن سے لڑی ہے
قیامت سامنے جیسے کھڑی ہے
کوئی پہلو نہیں تسکینِ دل کا
ہماری جاں مصیبت میں پڑی ہے

فریبِ جہاں

میں نے مانا سکوں نہیں لیکن
تیرا دیوانہ پھر کہاں جائے
اس سے بڑھ کر بھی کیا ستم ہوگا
ہر قدم پر فریب ہی کھائے

عید آزادی

مطمئن پا رہا ہوں میں سب کو
کوئی غمگیں نہ کوئی فریادی
ہر طرف اک سکون پاتا ہوں
ہو مبارک یہ جشنِ آزادی

بیادِ دلؔ شاہجہانپوری جانشین حضرت امیر مینائیؒ

کیوں یاد نہ آئیں حضرتِ دلؔ
انداز بیان میں دلکشی تھی
اعجاز کلام اللہ اللہ
ہر شعر میں اک شگفتگی تھی

بیادِ دلؔ شاہجہانپوری

جنابِ دل نہیں دنیا میں کوثرؔ
مگر میں ان کی عظمت جانتا ہوں
یہ اسلوبِ بیاں یہ طرزِ دلکش
خدائے شعر ان کو مانتا ہوں

بیادِ عابد شاہجہانپوری جانشین حضرت دلؔ شاہجہانپوری

حضرتِ عابد کا اللہ رے نصیب
جانشینِ حضرتِ دلؔ ہو گئے
ان نگاہِ فیض ساماں کا اثر
جن میں ماہر اور کامل ہو گئے

جمالِ یار

جمالِ یار اگر آشکار ہو جاتا
مری نظر مرے دل کا قرار ہو جاتا
جہاں بھی چاہوں انھیں دیکھ لیں مری نظریں
مرے جنوں پہ مجھے اختیار ہو جاتا

سکونِ قلب

بزم کا ہے عجب سماں رقص میں ہے بہار بھی
مٹ گئی بے کلی تمام، آنے لگا قرار بھی
راحتِ دل، سکونِ قلب، عیشِ دوام مل گیا
آج وہی ہیں ساعتیں جن کا تھا انتظار بھی

اظہارِ تبسم

خلوص و محبت فسانہ کسی کا
یہ دنیا کسی کی زمانہ کسی کا
شکستہ دلی اور تصور کی راتیں
نگاہوں میں تھا مسکرانا کسی کا

بیادِ ضیغمؔ متھراوی

ہائے ضیغمؔ شاعری میں نام تیرا رہ گیا
تیرے افکار و عمل کا ایک چرچا رہ گیا
نقش تیرا آج بھی ہر ذہن میں موجود ہے
تیری یادوں کا ترنم اور فسانہ رہ گیا

نشیب و فراز

یہ رسم و راہِ زمانہ بنے نشیب و فراز
مجھے تو یوں یہ دریدہ لباس رہنے دو
میں دشت میں ہوں جنوں میرا ہمسفر ہے ابھی
تم اہلِ ہوش ہو میری اساس رہنے دو

حیاتِ مستعار

یاد ہے آج بھی کوثر وہ گلابی چہرہ
زندگی ہوش میں ہوتی تو تماشا ہوتی
لاج رکھ لی مرے ساقی کی نظر نے ورنہ
میکدے میں نہ یہ ساغر نہ یہ صہبا ہوتی

مادرِ ملّت

مرکزِ فکر و نظر ہو مادرِ ملّت ہو تم
مظہرِ علم و ہنر ہو مادرِ ملّت ہو تم
تم خلوص و مہر ہو اخلاق کی تصویر ہو
ہر طرح سے معتبر ہو مادرِ ملّت ہو تم

فکرِ مآل

اب ہوش زندگی ہے نہ فکرِ مآل ہے
احساس ہے خوشی کا نہ کوئی ملال ہے
ترک تعلقات مدت گذر گئی
اب تک مری نظر میں تمھارا جمال ہے

مقامِ آدمیت

مقام ایسا اک آئے گا آدمی کے لئے
لہو جلے گا ہر اک گھر میں روشنی کے لئے
حیاتِ عشق ! نمودِ سحر سے کیا حاصل
سرِ نیاز جھکا دے تو بندگی کے لئے

بیادِ جوش ملیح آبادی

اک مکمل جوشؔ کی تاریخ ہے
شعلہ و شبنم وہ یادوں کی برات
مرزِ علم و ہنر کے باب میں
منفرد شہرادرب میں اسی ذات

ذوقِ دید

ہر قدم پر ہیں زندگی کے نقوش
یاد زندہ ہے عید زندہ ہے
عید آئی ہے تم بھی آ جاؤ
آنکھ میں ذوقِ دید زندہ ہے

علم کی دولت

جہاں میں جو بھی بچے علم کو دولت سمجھتے ہیں
وہی تو نام پاتے ہیں جو لکھتے اور پڑھتے ہیں
نہیں ہے اس جہاں میں علم سے بڑھ کر کوئی دولت
یہ دولت وہ ہے جس پر اہلِ ایماں فخر کرتے ہیں

جراءتِ رندانہ

میں بھی طوفان کے اے کاش مقابل ہوتا
میری کشتی کے مقدر میں بھی ساحل ہوتا
مجھ کو جب گردشِ دوراں سے ہی لینا تھا خراج
میری کاوش کا یہاں کوئی تو حاصل ہوتا

فضائے عنبریں

عید بن کر بہار آئی ہے
کیف و مستی دلوں پہ چھائی ہے
عنبریں یہ فضا مبارک ہو
ساتھ خوشبوئے یار لائی ہے

رازِ خودی

ہم جو رازِ خودی کو پا لیتے
حاصلِ سجدہ بندگی ہوتی
زندگی کا سراغ مل جاتا
زندگی پھر یہ زندگی ہوتی

لمحۂ فکریہ

مسلمانو ! ذرا اپنی حقیقت کو تو پہچانو
تمھیں نے قیصر و کسریٰ کی طاقت کو مٹایا تھا
تمھیں نے ذکرِ حق سے کفر کی دنیائے ظلمت میں
بتوں کو توڑ کر توحید کا ڈنکا بجایا تھا

بربادیٔ دل

ہم نے بربادیٔ دل کو کہاں کم رکھا ہے
اپنی ہستی میں سجا کر ترا غم رکھا ہے
تو نے ہر حال میں بخشی ہیں جِلائیں دل کو
ہم نے ہر حال میں جلووں کا بھرم رکھا ہے

حسنِ آوارگی

اس کی تصویر بنا تا ہوں مٹا دیتا ہوں
ذہن میں ایک انوکھا سا صنم رکھا ہے
کتنی توقیر ہوئی اہلِ جنوں کی کوشش
جب سے دیوانوں نے صحرا میں قدم رکھا ہے

مرحلۂ عشق

مرحلہ عشق کا آسان نظر آتا ہے
جانے کیوں چاک گریبان نظر آتا ہے
پہلے روشن تھا محبت سے مرے گھر کا چراغ
اب تو یہ گھر مجھے ویران نظر آتا ہے

عزمِ انساں

پیکر میں نئے عزم جو ڈھلتے دیکھے
گرتے ہوئے آثار سنبھلتے دیکھے
دنیا نے جنھیں سمجھا تھا کمزور و نحیف
طوفان کی رفتار بدلتے دیکھے

عملِ صالح

ہر خواب کی تعبیر بدل جاتی ہے
ہر آہ کی تاثیر بدل جاتی ہے
اے دوست اگر نیک عمل ہو تیرا
تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے

شہ فضلِ رحمٰنؒ گنج مرادآبادی

مشہورِ دو عالم ہے سخاوت تیری
دینا پہ مسلط ہے عنایت تیری
اے روشنئ دل شہ فضلِ رحمٰں
نازاں ہوں کہ حاصل ہے محبت تیری

افسانہ غم

ہر بات پہ وہ مجھ سے گلہ کرتے ہیں
یہ حادثے دن رات ہوا کرتے ہیں
ہم ان سے غم عشق چھپائیں کیسے
یہ راز تو مشکل سے چھپا کرتے ہیں

تقسیمِ طلب

تو نقابِ رخِ زیبا نہ اٹھا ٹھہرا بھی
پھر زمانے کی توجہ تری جانب ہوگی
طور پر اب کوئی موسیٰؑ نہیں آئے گا کبھی
اب تو تقسیمِ طلب حسبِ مراتب ہوگی

دلبستگی

چلے ہیں خارِ مغیلاں سے دل کو بہلانے
بڑے عزیز ہیں کوثرؔ ہمیں یہ دیوانے
یہ اور بات کہ صحرا نے ان کی قدر نہ کی
جہاں کے اہلِ خرد بھی نہ ان کو پہچانے

تم اور ہم

تم بھی جنوں شناس ہو ہم بھی جنوں نواز
اے وارثانِ عشق نہ چھیڑو شکستہ ساز
تم کامیابِ عشق ہو' ناکامیاب ہم
ہم راہ میں ہیں' تم ہوئے منزل سے سرفراز

تقسیمِ ندامت

یوں دیکھتے ہیں آپ مجھے بزمِ ناز میں
جیسے غمِ حیات سے ہوں میں بھی شرمسار
حیرت سے دیکھتا ہوں میں خود اپنے آپ کو
آواز دے رہا ہے مجھے کون بار بار

طالبِ دیدار

واقفِ عشق چلے واقفِ اسرار چلے
جستجو میں تیری ہستی کے طلبگار چلے
حوصلہ چاہئے اربابِ جنوں کو کوثؔر
کیوں نہ پھر طور پہ ہر طالبِ دیدار چلے

ربطِ خاروگل

ہیں گل جہاں جہاں وہاں دیکھے ہیں خار بھی
کچھ ربط ہے ضرور گلوں اور خار میں
اہلِ نظر بتائیں ذرا سوچ کے مجھے
انسان کیوں پھنسا ہے جہاں کے حصار میں

وقت کا تقاضہ

سنبھل سنبھل کے چلو وقت کا تقاضہ ہے
خیال وفکر کے تیشہ سے ایسا کام کرو
تمھیں جو راہ میں نفرت کے بت نظر آئیں
محبتوں سے انھیں پاش پاش کرتے چلو

عالمِ حسرت وحرماں

زمانے نے مٹا ڈالے نقوش زندگی ایسے
کہ پھر دنیا کی جانب بھی نہ دیکھا جائے ہے اس سے
یہ عالم کر دیا ہے ضعف نے کچھ دن سے کوثرؔ کا
نہ اٹھا جائے ہے اس سے نہ بیٹھا جائے ہے اس سے

قطعۂ تاریخ وفات

بیاد شہاب الدین والد بزرگوار زیؔن افغانی (۶ فروری ۱۹۷۶ء، بروز جمعہ)

ہوں شہاب الدین پر
رحمتیں اے ذوالمنن
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے غلام
"صورتِ شیریں سخن"
۱۹۷۶ء

قطعۂ تاریخ طباعت (ارمغانِ حافظ)

مرتبہ: حافظ عبدالغفار

ارمغانِ حافظ غنچہ دہن
دلنوازو دل گدازو دلپذیر
فکر تاریخ طباعت ہے اگر
کہہ دو اے کوثؔر "بیاضِ بے نظیر"
۱۹۸۵ء

قطعۂ تاریخ طباعت (دُھند میں آفتاب)

مرتبہ: ثناء گورکھپوری

اہلِ دانش میں فن کی ہے عظمت ✿ رائگاں کیوں ہو فکر اور محنت

دہر نا پائدار میں فن سے ✿ ہے ثناء شاہکار کی صورت

چاہتی ہے غبار چھٹ جائے ✿ "دُھند میں آفتاب کی سرعت"

۱۴۰۷ھ

قطعۂ تاریخ وفات

زبیدہ خاتون والدۂ محترمہ پروفیسر فرحت مظفر جعفری

تاریخ وفات ۱۱ جنوری ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴۰۸ھ

ایک علم و ہنر کا پیکر تھیں

باغ زہرا کی یہ نمائندہ

کہئے تاریخ یوں زبیدہ کی

"صاف گو' کوکبِ درخشندہ"

۱۴۰۸ھ

قطعۂ تاریخ وفات

پروفیسر شوکت حسین جعفری برادر پروفیسر فرحت مظفر جعفری

تاریخ وفات ۲۱ جنوری ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴۰۸ھ

مخزنِ علم و ادب شوکت حسین
ہائے رخصت ہوگئے ذی احترام
کہدے کوثرؔ باادب تاریخ یہ
" ابر رحمت منبعِ فیضِ مدام "

۱۴۰۸ھ

قطعۂ تاریخ وفات

مست الست اشتیاق برادر کوثرؔ میرٹھی

" برق افروز اشتیاق "

۱۴۰۸ء

" گلبدن مرغوب جان "

۱۴۰۸ء

" ہے نشانِ مست الست "

۱۴۰۸ء

" فخر عالم خوش زبان "

۱۴۰۸ء

قطعۂ تاریخ وفات

قاری بشیر الدین پنڈت (نیشنل ایوارڈ یافتہ، بھارت)

تاریخ وفات ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴۰۸ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب

خدا سے جا ملے یوں بعد مغرب

زباں خاموش تھی اور جسم ساکت

خدا کے نور سے معمور دیکھا

"دلِ قاری بشیر الدین پنڈت"

۱۴۰۸ھ

قطعۂ تاریخ وفات قاری بشیر الدین پنڈت

خلیفہ مجاز بیعت و رشد حضرت حافظ محمد سالم القادری سجادہ درگاہ عالیہ قادری بدایوں

تاریخ کے ورق یہ بتاتے ہیں اے ظہیر

"اے با ادب ادیب سخن ساز بے نظیر"

۱۹۸۸ء

اقلیم فکر و فن میں نہیں آپ کی مثال

"روشن بیاں قطبِ زماں آپ ہیں بشیر"

۱۴۰۸ھ

قطعۂ تاریخ وفات

ممتاز جہاں بنت نصیر کوٹی (وفات ۱۴۱۰ھ)

وہ جس نے کہ ہے کوچ کیا باغِ جناں کا
مدفن ہے یہ اس پاک نظر شیریں بیاں کا

جو گذرے ادھر سے وہ پڑھے فاتحہ پیہم
بخشش کے لئے ہے یہی سامان وہاں کا

تاریخ بڑی فکر سے نکلی ہے یہ کوثرؔ
"فردوس میں کاشانہ ہے ممتاز جہاں کا"

۱۴۱۰ء

قطعۂ تاریخ وفات

حسین الدین (والد بزرگوار ریاض الدین سنبھلی) ملیر کالونی

یہاں بحرِ محبت کا چھپا اک ایسا گوہر ہے
جو گذرے فاتحہ پڑھ لے بڑا ہی بندہ پرور ہے

یہی مرحوم کی تاریخ کوثرؔ نے کہی ہے
"ولائے خلد میں کوثرؔ حسین الدین کا گھر ہے"

۱۹۹۱ء

قطعۂ تاریخ شہادت (مورخہ نومبر ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء)

حکیم محمد سعید شہید، بانی مدینتہ الحکمت، کراچی

تا قیامت کھلیں یہ گل کوثر

ہو خدا کی سعید پر رحمت

ان کی عظمت کا یہ نشاں دیکھو

"فضل سے ہے مدینتہ الحکمت"

۱۹۹۸ء

قطعۂ تاریخ وفات

(جاں نثار اردو) سیّد سعید حسن (وکیل)، شیر کراچی (۶ جون ۱۹۹۹ء)

تا قیامت رحمتیں ہوں ربّ کعبہ بے شمار

سو رہا ہے یہ سعید اردو زباں کا جاں نثار

"جان مادر، دوست پرور، مایۂ دانش شناس"

۱۹۹۹ء

" یہ نشاں اہلِ سخن ہے رَہرو ابرِ بہار "

۱۹۹۹ء

قطعۂ تاریخ وفات

اللہ دین علیگڑھی (والد بزرگوار علاؤالدین، واپڈا ہاؤس، لاہور) تاریخ وفات ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء

جو بھی آئے فاتحہ پڑھ لے گذارش ہے یہی
پاک دامن شاہِ مرداں پیکرِ شاہین ہے
کہہ دو کوثرؔ باادب ان کی یہ تاریخِ وفات
"یہ نشانِ رہگذار قبر اللہ دین ہے"

۱۹۹۹ء

قطعۂ تاریخ وفات (مورخہ ۴ نومبر ۱۹۹۹ء)

اشتیاق اظہر (شاعر، ادیب، مورخ، نقاد)

شاعر خوش نوا قوم کا رہنما
ہم سے یوں آج رخصت ہوا اشتیاق
کوثرؔ غمزدہ کہہ دے تاریخ یہ
"خوبرو، باصفا، حق نما، اشتیاق"

۱۹۹۹ء

قطعۂ تاریخ وفات

صابرہ بیگم زوجہ ڈاکٹر فاروق ۵۔اے، نارتھ کراچی

چھوڑ کر سب کو اکیلا ہوگئیں ہم سے جدا
مغفرت کی کر رہے ہیں آج مل کر سب دعا

جو بھی آئے قبر پر پہلے پڑھے وہ فاتحہ
ہو زباں پر سب کے جاری یا محمد مصطفےٰ ﷺ

فاتحہ کے بعد کوثر نے لکھی تاریخ یہ
"آئنہ گل صابرہ پر رحمتیں ہوں اے خدا"

سنہ ۲۰۰۱ء

قطعۂ تاریخ وفات

محمد فاروق انصاری (والد بزرگوار ڈاکٹر عالم آراء) ۲۹ مارچ سنہ ۲۰۰۲ء (بروز جمعہ)

دعا فاروق کے حق میں کریں سب
دعائے مغفرت کی التجا ہے

خدا کی رحمتیں ہوں اس لحد پر
"حسب والا غلامِ مصطفےٰ ﷺ ہے"

سنہ ۱۴۲۳ھ

قطعۂ تاریخ وفات

نائلہ بنتِ پروفیسر ثناؔء گورکھپوری

انجمن نو رِ غز الِ دلستاں = 1983

سورہی ہے باغِ نے رشکِ جناں = 1983

یک نشانی یہ ثناؔ کی دلپذیر = 1983

نائلہ غنچہ یمیں خندہ دہاں = 1983

قطعۂ تاریخ طباعت (آواز) دسمبر ۲۰۰۲ء

مرتبہ: پروفیسر ثناؔء گورکھپوری

آواز مثالی ہے، تو لہجہ بھی مثالی

محبوب کا شکوہ کہوں یا ہار ثنا کی

کوثرؔ نے بڑی فکر سے تاریخ کہی ہے

" کرار' پر اعجاز' ہے گفتار ثناؔ کی "

۲۰۰۲ء

قطعۂ تاریخ وفات (۱۷دسمبر۲۰۰۲ء)

محمد ہارون، (مسلم لیگی رہنما و قائدِ تحریک محاسن)

مغفرت کی سب کریں مل کر دعا

شمع ر، ور شکِ چمن مدفون ہے

کہد و کوثر تم یہ تاریخِ وفات

"چشمِ انجم خندہ گل ہارون ہے"

۱۴۲۳ھ

قطعۂ تاریخ طباعت (رنگ و خوشبو نور و نکہت)

مرتبہ: حکیم راؤ عبداللہ عزمی ایم۔اے

لحن خوش ہیں آپ صادق ہیں امیں = ۱۴۲۳ھ

ماہ عالم، مہر پرور، بے مثال = ۱۴۲۳ھ

بر لبِ تاریخ ہے نعتِ حبیب = ۲۰۰۲ء

"رنگ و خوشبو نور و نکہت لازوال" = ۲۰۰۲ء

❁ آج کا مسلماں ❁

موجوں کا تلاطم ہے ہنگامۂ طوفاں ہے ❁ فریاد کے آنسو ہیں ہر چاک گریباں ہے

ہر چشم پشیماں ہے ہر شخص پریشاں ہے ❁ جس سمت نظر ڈالو خاموش ہر انساں ہے

ہر سمت حوادث کا بڑھتا ہو ا طوفاں ہے ❁ مظلوم کی آہوں سے ہر قوم پریشاں ہے

کیا بات ہے اے مسلم، مسلم سے گریزاں ہے ❁ دل سوز سے خالی ہے کیسا تو مسلماں ہے

کیوں زہد کی دنیا سے بیگانۂ عرفاں ہے ❁ ایمانِ مکمل ہی معراجِ مسلماں ہے

کیوں خوف ساطاری ہے کیوں قوم یہ لرزاں ہے ❁ سب مل کے یہاں سوچیں کیا درد کا درماں ہے

افغان و مہاجر کا ، پختوں و بلوچی کا ❁ پنجاب کا سندھی کا قرآن پہ ایماں ہے

تو اپنی حقیقت کو اے کاش سمجھ لیتا ❁ تو شمع فروزاں ہے تو حسنِ بہاراں ہے

اسلام کے رشتہ سے وابستہ تری منزل ❁ ہے سارا جہاں تیرا، کیوں اتنا پریشاں ہے

کعبہ بھی تو تیرا ہے، عرفات کا میداں بھی ❁ تو عشق کی دنیا میں تسکین کا ساماں ہے

دنیا کی نگاہوں میں، تو سینۂ عالم میں ❁ تو بحرِ محبت کی اک موج ہے طوفاں ہے

اک صف میں کھڑے ہوکر اخلاص ومحبت سے ❁ ثابت تجھے کرنا ہے، یہ شانِ مسلماں ہے

تفریق کے رشتوں نے توڑا ہے اخوت کو ❁ ٹھہروں تو کہاں ٹھہروں ہنگامۂ طوفاں ہے

ہر قوم کی ذلت ہے اخلاق کی پستی میں ❁ اندیشۂ ہستی تو انجام میں پنہاں ہے

طوفاں و حوادث کی ہر سمت گھٹائیں ہیں ❁ عبرت کے لئے کافی یہ موج یہ طوفاں ہے

اک ٹیس سی اٹھتی ہے پہلو میں مرے کوثر

سمجھا نہ کوئی جس کو وہ درد کا درماں ہے

☆☆☆

الحاج قاریؔ محمد بشیر الدّین پنڈت

کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف

(۱) تاریخ ہندی قرونِ وسطیٰ ہر سہ جلد (۲) ہندی گرامر (۳) ہندی کے مسلم کوی
(۴) پوروکالین بھارت (۵) قادری ایٹلس (۶) قاری سیّد احمد شاہجہانپوری
(۷) رزم و بزم (۸) اقبال کا پیغام (۹) ملک و ملت کا پہلا شہید حضرت ٹیپو سلطان
(۱۰) مشائخ سہرورد کے سیاسی اثرات پر تنقیدی نظر (۱۱) میثاق النبیین
(۱۲) حضرت احمد اللہ شاہ شہید (۱۳) تلخیص قصص القرآن (۱۴) رہبر حج
(۱۵) زندگی کے وہ اہم واقعات (۱۶) معلم اعظم (۱۷) آ کر نہ جانے والا
(۱۸) ذات پات اور اسلام (۱۹) رسول شاہد و مشہود ہر چہار جلد (۲۰) گورو صاحبان
(۲۱) الحاج شیخ عبد المجید 'گورونانک'

مؤلف کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف

(۱) گلدستۂ کوثؔر (۲) عکسِ کوثؔر (۳) سرمایۂ حیات (۴) ارمغانِ سُخن
(۵) آبشارِ نور (مجموعۂ نعت و مناقب) (۶) علم و عروض پر ایک سرسری نظر
(۷) آئینۂ تاریخِ کوثؔر (۸) اسلام اور گہوارۂ مسعودی
(۹) شاہراہِ علم و عمل (حیات و خدمات قاری بشیر الدین پنڈت)